الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

ماہ نامہ مبارک پور

اشرفیہ

جون 2023

مسلم بچیوں کا ارتداد
اور والدین کی کوتاہیاں

سب سے بڑی کوتاہی والدین اور اہل خانہ کی بھی ہے وہ اپنی بچیوں کو اسلام اور اس کی اہمیت سے پورے طور پر آشنا نہیں کراتے، حالانکہ شرعی طور پر ہم سب کو اپنی لڑکیوں کو ناظرہ قرآن عظیم اور ضرورت بھر اپنی مادری زبان میں اسلامی عقائد، رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتوں سے آشنا کرانا چاہیے۔ مگر افسوس ہم لوگ اپنے گھروں میں مساجد اور خانقاہوں پر مسلسل طنز کرتے ہیں، علما، ائمہ اور حفاظ پر بے جا تنقیدوں کے نشتر برساتے رہتے ہیں۔ ہماری بچیوں کو کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ مذہب میں توحید و رسالت کا مفہوم کیا ہے، ہمارے بزرگوں نے دین و سنیت کے فروغ کے لیے کیسی کیسی قربانیاں پیش کی تھیں، ہماری خواتین کو نہیں معلوم کہ امہات المومنین رضوان اللہ تعالیٰ علیہن کا مقام و منصب کیا ہے۔ ہم ذرا تعلیم حاصل کرتے کراتے ہیں تو چار برس کی عمر میں اپنے بچوں کو انگلش میڈیم اسکول میں داخل کرا دیتے ہیں وہاں ہندو مت اور عیسائیت ان کے دماغوں میں داخل ہوتی رہتی ہے۔ انھیں نہ کلمہ طیبہ کی اہمیت کا اندازہ ہے اور نہ مسائل شریعت کا، انہیں نہ اسلام کی سچی تعلیمات سے آگاہی ہے اور نہ بزرگ خواتین اسلام کے مقام و منصب کی، ہم نے شعور کے آنکھیں کھولیں تو نگاہوں کے سامنے دنیا اور صرف دنیا ہوتی ہے۔ ان کی نگاہوں کے سامنے جدید کلچر کی کشش ہوتی ہے

مبارک حسین مصباحی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

ماہ نامہ

اشرفیہ

مبارک پور

زیر سرپرستی

عزیز ملت حضرت علامہ شاہ

عبدالحفیظ عزیزی

سربراہِ اعلیٰ

الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

THE ASHRAFIA MONTHLY Mubarakpur. Azamgarh (U.P.) India. 276404

جلد نمبر 47 شمارہ 6 | جون 2023ء | ذیقعدہ-ذی الحجہ 1444ھ

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ : مبارک حسین مصباحی

منیجر : محمد محبوب عزیزی

تزئین کار : مہتاب پیامی

مجلس مشاورت

مولانا محمد احمد مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی

مولانا محمد ادریس بستوی

مولانا محمد عبد المبین نعمانی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ یو۔پی۔ ۲۷۶۴۰۴

+91 9935162520 (Manager)

زرِ تعاون

قیمت عام شمارہ: 30 روپیے

سالانہ (بذریعہ سادہ ڈاک) 300 روپیے

سالانہ (بذریعہ رجسٹری) 600 روپیے

سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ

750 روپیے

دیگر بیرونی ممالک

$25 امریکی ڈالر £20 پونڈ

BHIM

BHIM UPI Payments Accepted at

ASHRAFIA MONTHLY

ASHRAFIA MONTHLY
A/c No. 3672174629
Central Bank Of India
Branch : Mubarakpur IFSC : CBIN0284532

اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کے بعد آفس کے نمبر پر فون کریں یا بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ (منیجر)

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org
Email : ashrafiamonthly@gmail.com
mubarakmisbahi@gmail.com
info@aljamiatulashrafia.org

مولانا محمد ادریس بستوی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپوا کر دفتر ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

نگارشات

اداریہ	اسلامی تربیت کا فقدان اور مسلم لڑکیوں کا ارتداد	مبارک حسین مصباحی	5
	مطالعۂ قرآن		
تفہیم قرآن	علم الٰہی قرآنی آیات کی روشنی میں	مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری	8
	فقہیات		
آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں علماے دین؟	مفتی محمد نظام الدین رضوی	11
	نظریات		
فکر امروز	نصاب مدارس میں تصوف	بلال احمد نظامی مندسوری	13
	اسلامیات		
شعائر	ماہ محرم الحرام اور یومِ عاشورا	حافظ افتخار احمد قادری برکاتی	15
	شخصیات		
انوار حیات	خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کے علمی آثار	مولانا محمد طفیل احمد مصباحی	18
	رضویات		
رضاشناسی	فاضل بریلوی اور ملکِ شام	علامہ سہیل احمد سیالوی	24
	انگلینڈ کی یونیورسٹیوں میں رضویات	ابوالحسن محمد یاسر رضا باندوی	27
	اساطین تصوف		
ذکر جمیل	ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	مفتی محمد اعظم مصباحی مبارک پوری	33
	بزم دانش		
فکر و نظر	مسلم لڑکیاں اور غیر مسلم لڑکوں سے شادیاں	محسن رضا ضیائی/محمد زاہد رضا	35
	بزم خواتین		
نگہداشت	بچوں میں خود اعتمادی	ریحانہ قادری	42
حکمت	پیلسبو کیا ہے؟	ڈاکٹر شرمین انصاری	43
نباتات	کھمبی کے حیرت انگیز فوائد	خلیل احمد فیضانی	44
	ادبیات		
گوشۂ ادب	معارفِ سلطان المناظرین، مختصر تجزیاتی مطالعہ	مبارک حسین مصباحی	45
خیابان حرم	نعت و منقبت	مولانا محمد طفیل احمد مصباحی/وصی مکرانی واجدی/قمر الحسن قمر بستوی	51
	وفیات		
سفر آخرت	حافظ محمد صادق دریاوی/علما رخصت ہوتے جا رہے ہیں	سید صابر حسین شاہ بخاری قادری	52
	اک ستارہ اور ٹوٹا	منظور احمد خان عزیزی	53
	تعزیات		
تعزیت نامہ	اقلیم فکر و فن کا وہ سلطاں چلا گیا	محمد مسیح احمد قادری مصباحی	54
	مکتوبات		
صداے بازگشت	سید صابر حسین شاہ بخاری قادری/مبارک حسین مصباحی/نادر		55
	سرگرمیاں		
خیر و خبر	دورِ حاضر میں بڑھتے ہوئے ارتداد کا سدباب/تحریک دعوت انسانیت کے شعبوں کا افتتاح		57

786

اسلامی تربیت کا فقدان

اور مسلم لڑکیوں کا ارتداد

مبارک حسین مصباحی

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ   اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز وساز

جی ہاں! یہ حق اور سچ ہے کہ اسلام نے عورت کو عظیم مقام عطا کیا ہے۔ جس عہد میں اللہ تعالیٰ کے آخری رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلوہ گر ہوئے، عرب کے بعض لوگ اپنی بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ انھیں خوف یہ ہوتا تھا کہ جوان ہوں گی تو ان کی شادیاں کرنا ہوں گی اور نوجوانوں کو داماد بنانا ہوگا۔ مگر سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بچیوں سے حد درجہ محبت فرما کر دنیا کو یہ پیغام دیا کہ بچیاں درگزر کرنے کے لیے نہیں بلکہ سینے سے لگانے کے لیے ہوتی ہیں۔ سیدۃ نساء العالمین سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مقام و منصب سے کون واقف نہیں ،جب یہ لخت جگر آپ کی بارگاہ میں تشریف لاتیں تو آپ کھڑے ہو جاتے تھے۔ امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے کتنی زیادہ محبت فرماتے تھے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یکے بعد دیگرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی دو بیٹیوں کا نکاح فرمایا۔ یہ دونوں صاحب زادیاں حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا زہد و ورع اور عصمت و طہارت میں اعلیٰ مقام رکھتی تھیں۔

آپ یہ خوب جانتے ہیں کہ ایک بیوہ کو سماجی طور پر منحوس تصور کیا جاتا تھا مگر ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے پچیس سالہ عنفوانِ شباب میں دو شوہروں کی چالیس سالہ بیوہ ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرما کر زمانے کو یہ درس دیا کہ بیوہ منحوس نہیں بلکہ محبت کرنے کی چیز ہے۔ آپ خود غور کریں ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام حسن و جمال کے حسین پیکر اور کردار و اخلاق کے ماہ کامل تھے۔ آپ کو کوئی بھی خوب رو نوجوان کنواری دوشیزہ مل سکتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا نکاح پچاس برس کی عمر میں فرمایا۔

ایک باپ کی حیثیت سے بیٹیوں کی پیدائش اور پرورش پر مژدۂ جاں فزا سنایا گیا ہے، آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے تین بیٹیاں ہوں جن کے رہنے سہنے کا وہ انتظام کرتا ہو، وہ ان کی تمام ضرورتیں پوری کرتا ہو، وہ ان سے شفقت کا برتاؤ کرتا ہو تو یقیناً اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سوال کیا کہ جس کے دو بیٹیاں ہوں؟ فرمایا خواہ دو ہی ہیں ان سے حسن سلوک پر بھی یہی خوش خبری ہے۔ (ادب المفرد 78)

اسی مفہوم کی دیگر احادیث بھی موجود ہیں۔

ماں باپ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتیں ہیں۔ قرآن عظیم اور احادیث نبویہ میں والدین کریمین کے بلند مقامات بیان کیے گئے ہیں۔ متعدّد احادیث میں ہے کہ مقدس ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔ من رواية الخطيب في الجامع عن انس رضي اله تعالىٰ عنه:" الجنة تحت اقدام الامهات". جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

اسی طرح بعض احادیث میں والد گرامی اور بعض میں دونوں کے تعلق سے وارد ہے۔ اب آپ غور کریں کہ ایک ماں نو ماہ تک اپنے پیٹ میں رکھتی ہے۔ مختلف مشکلات سے گزرتی ہے، دردِزہ ایک انتہائی مشکل مرحلہ ہوتا ہے، اس کی تعبیر کے لیے ہمارے پاس الفاظ نہیں۔ والد گرامی کتنے مشکل مراحل سے گزر کر اپنے بچوں کی پرورش کرتا ہے۔ شب و روز محنت کر کے وہ اپنی اولاد کے لیے سرمایۂ حیات جمع کرتا ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ دنیا میں عام طور پر لوگ اپنے سے آگے بڑھنے کے دوسروں کے لیے خواہش مند نہیں ہوتے، ہاں یہ انفرادی اوصاف ماں اور باپ ہر ایک میں ہوتے ہیں جو نہ صرف عملی کاوشیں کرتے ہیں بلکہ ان کی قلبی آرزو ہوتی ہے کہ ہماری اولاد بے پناہ ترقی کرے۔ اسے آسمان کی بلندیوں پر دیکھ کر ماں باپ بے پناہ مسرور ہوتے ہیں۔ اب دیکھیے قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ کا کتنا بلیغ ارشاد فرمایا ہے۔

قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا

تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ○ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ○

(بنی اسرائیل آیت:23،24)

اور تمھارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اگر تیرے سامنے ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ہُوں نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا۔ اور ان کے لیے عاجزی کا بازو بچھا نرم دلی سے اور عرض کر کہ اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے چھٹپن میں پالا۔

نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رضى الله في رضى الوالدين و سخط الله في سخط الوالدين.

اللہ تعالی کی رضا والدین کی کے راضی ہونے میں ہے اور اللہ تعالی کا غضب والدین کی ناراضی میں ہے۔ (الترغیب والترہیب، ج3، ص:223)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الا انبئكم باكبر الكبائر الاشراك بالله و عقوق الوالدين.

کیا میں تمھیں سب سے بڑے کبیرہ گناہ کی خبر نہ دوں؟ تو یہ اللہ تعالی کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور ماں باپ کی نافرمانی کرتا ہے۔

(بخاری شریف ج2 ص:884، مسلم شریف، ج:1 ص:64)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لعن الله العاق لوالديه" اللہ تعالی نے ماں باپ کے نافرمان پر لعنت فرمائی ہے۔ (الدر المنثور، ج4، ص:75)

والدین کریمین کی اخلاقی اور ایمانی ذمہ داری ہے کہ اپنی اولاد سے بے پناہ محبت کریں، ماقبل کے دلائل سے آپ نے سمجھ لیا کہ قرآن اور احادیث کی روشنی میں ماں اور باپ کا مقام کتنا بلند ہے۔ اب ان پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیٹیوں کی تعلیم و تربیت پر مکمل نگاہ رکھیں، ان کی تربیت کرنا اپنی وسعت کے مطابق ان کے رہنے سہنے اور پہننے اوڑھنے کے لیے خرچ کرنا ماں باپ کا فرض منصبی ہے۔ بچیوں کو اعلیٰ تعلیم دلانے سے اسلام روکتا نہیں مگر وہ پہلے گھر پر یا کسی ذمہ دار استاذ سے انھیں دینی تعلیم دلائیں۔ آج کل مسلم بچیوں کے لیے دینی تعلیم کے ہزاروں مدارس کھلے ہوئے ہیں۔ یہ گھر کے بڑوں کی ذمہ داری ہے کہ بچیوں کو ان میں داخل کرائیں، اگر مقامی طور پر ادارے ہوں تو ان میں بہتر ہے، اور اگر نہیں ہوں تو ان کا ایڈمیشن ایسے مدارس میں کرائیں جہاں مکمل پردے کے اہتمام کے ساتھ بچیوں کو ہاسٹل میں رکھا جاتا ہے، یہ بات ہم اس لیے کہہ رہے ہیں کہ بعض بچیوں کے دینی مدارس بھی خرافات سے محفوظ نہیں ہیں۔

جو حضرات عصری تعلیم کے لیے بڑی بچیوں کو دیگر شہروں کے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں رکھتے ہیں عام طور پر اہل خانہ ان کے حالات سے واقف نہیں ہوتے کہ بچیاں درس گاہوں میں جاری ہیں یا نہیں۔ عام طور پر مخلوط تعلیم ہوتی ہے جس میں لڑکے اور لڑکیاں ایک ساتھ کلاس میں پڑھتے ہیں۔ بچیاں غیر مسلم لڑکوں کے اخلاقی رویوں سے سے متاثر ہو جاتی ہیں یہ سب کچھ بہ یک جنبش نہیں ہوتا بلکہ سب کچھ ٹرینگ کے مطابق درجہ بہ درجہ ہوتا ہے، وہ غیر مسلم لڑکے پہلے اسلامی طرز لباس، پردے اور برقعے کی تعریف کرتے ہیں، لڑکیوں کے اسلامی اخلاق واطوار کے مداح ہوتے ہیں، کلمہ طیبہ وغیرہ کی تعریف کرتے ہیں۔ جب مسلم لڑکیاں ان سے متاثر ہو جاتی ہیں تو غیر مسلم لڑکے کثیر مطالبۂ جہیز سے مشکل نکاح، طلاق کی کثرت اور حلالہ کی بحث چھیڑ دیتے ہیں اور اس کے بعد چار نکاح کے جواز پر لعن طعن شروع کر دیتے ہیں۔ نفسیاتی طور پر لڑکیاں کم عقل ہوتی ہیں وہ اپنی نادانی سے اسلام مخالف نظریات کی حمایت کرنے لگتی ہیں۔ عشق کی واردات جب حد سے بڑھ جاتی ہے تو جوانی کا جوش و خروش، امنگ و ترنگ اور جذبۂ شوق کا سیل رواں لڑکیوں کی عقلوں پر پردہ ڈال دیتا ہے۔ وہ بھول جاتی ہیں کہ مذہب اسلام کی سچائی کتنی عظیم ہے۔ ان کے دل و دماغ پر شیطان سوار ہو جاتا ہے۔ ان کو نہ جہنم کا ڈر ہوتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کا خوف اور نہ اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی عشق، بس انھیں اپنی شیطانی خواہشات کی تکمیل ہی میں سب کچھ ہرا بھرا نظر آتا ہے۔

اس پس منظر میں سب سے خطرناک مہم مسلم بچیوں کو مرتد بنا کر ہندو نوجوانوں کا ان سے شادیاں کرنا ہے۔ اس کی مسلسل دردناک خبریں سوشل میڈیا اور مختلف ذرائع ابلاغ سے آرہی ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہندتو کی مختلف تحریکیں ہندو نوجوانوں کو ٹرینگ دے رہی ہیں حکومت میں بیٹھے ان کے بڑے بڑے سیاہی بھی خاموش حمایت کر رہے ہیں، مسلم لڑکیوں کے مرتد ہو کر غیر مسلموں سے شادیاں کرنے کی تعداد

لاکھوں تک پہنچ چکی ہے۔ ایسا ہرگز نہیں کہ ماں باپ اور اہلِ خانہ پہلے سے ناآشنا ہوتے ہیں۔ جب اپنی معاشی حالت معلوم ہوتی ہے تو بچیوں کے پاس قیمتی موبائل اور بیش قیمت لباس کہاں سے آرہے ہیں؟ اخراجات کے لیے لمبی لمبی رقمیں کہاں سے آرہی ہیں؟

امت مسلمہ ان قیامت خیز خبروں کو سن کر سینہ تو پیٹ رہی ہے، خون کے آنسو بھی رو رہی ہے مگر غم واندوہ سے دلوں کا بوجھ تو ہلکا کیا جا سکتا ہے مگر یہ زمینی مسائل کا حل تو نہیں۔ انفرادی طور پر علما اور دانش ور تحریریں پیش کر رہے ہیں، مساجد اور پروگراموں میں تقریریں بھی ہو رہی ہیں، مگر ہمارے علم میں کوئی بھی منظم تحریک اس رخ پر باضابطہ کام نہیں کر رہی ہے۔ ماضی میں جب شدھی تحریک چلی تھی تو تحریک رضائے مصطفیٰ بریلی شریف حرکت میں آئی، حضرت مفتی اعظم ہند بریلوی، حضرت صدر الافاضل مراد آبادی، مولانا قطب الدین برہمچاری، برہان ملت جبل پوری، مولانا ظفر الدین بہاری وغیرہ افراد باضابطہ سامنے آئے تھے، ان بزرگوں نے صرف تحریریں اور تقریریں ہی نہیں کی تھیں بلکہ عملی طور پر میدان میں اترے تھے اور شدھی تحریک سے متاثر علاقوں میں مہینوں مہینوں رہ کر خدمات انجام دی تھیں، اس رخ پر ہمارے قائدین کو سنجیدگی سے غور کر کے عملی قدم اٹھانا چاہیے۔

اس سلسلے میں سب سے بڑی کوتاہی والدین اور اہل خانہ کی بھی ہے وہ اپنی بچیوں کو اسلام اور اس کی اہمیت سے پورے طور پر آشنا نہیں کراتے، حالانکہ شرعی طور پر ہم سب کو اپنی لڑکیوں کو ناظرہ قرآن عظیم اور ضرورت بھر اپنی مادری زبان میں اسلامی عقائد، رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتوں سے آشنا کرانا چاہیے۔ مگر افسوس ہم لوگ اپنے گھروں میں مساجد اور خانقاہوں پر مسلسل طنز کرتے ہیں، علما، ائمہ اور حفاظ پر بے جا تنقیدوں کے نشتر برساتے رہتے ہیں۔ ہماری بچیوں کو کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ مذہب میں توحید ورسالت کا مفہوم کیا ہے، ہمارے بزرگوں نے دین وسنیت کے فروغ کے لیے کیسی کیسی قربانیاں پیش کی تھیں، ہماری خواتین کو نہیں معلوم کہ امہات المومنین رضوان اللہ تعالیٰ علیہن کا مقام ومنصب کیا ہے۔ ہم ذرا تعلیم حاصل کرتے کراتے ہیں تو چار برس کی عمر میں اپنے بچوں کو انگلش میڈیم اسکول میں داخل کرادیتے ہیں وہاں ہندو مت اور عیسائیت ان کے دماغوں میں داخل ہوتی رہتی ہے۔ انھیں نہ کلمہ طیبہ کی اہمیت کا اندازہ ہے اور نہ مسائل شریعت کا، انہیں نہ اسلام کی سچی تعلیمات سے آگاہی ہے اور نہ بزرگ خواتین اسلام کے مقام ومنصب کی، ہم نے شعور کے آنکھیں کھولیں تو نگاہوں کے سامنے دنیا اور صرف دنیا ہوتی ہے۔ ان کی نگاہوں کے سامنے جدید کلچر کی کشش ہوتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ۔ ترجمہ: بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔

آج جو بدترین صورت حال ہمیں خون کے آنسو رونے پر مجبور کر رہی ہے، اس نے آنکھوں کی نیند اڑادی ہے، اسلام کی صداقت اور برتری ناقابلِ تردید حقیقت ہے، مگر یہ ہماری کتنی بڑی ناکامی اور نامرادی ہے کہ ہماری جوان بچیاں مذہب اسلام کو چھوڑ کر ہندو مذہب اختیار کر رہی ہیں۔ اس پس منظر میں حسب ذیل آیات کی تلاوت کیجیے۔

قُلْ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَ تُحْشَرُوْنَ اِلٰی جَهَنَّمَ ؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ○(آل عمران، آیت:12)

فرمادو، کافروں سے کوئی دم جاتا ہے کہ تم مغلوب ہوگے اور دوزخ کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ بہت ہی برا بچھونا۔

لَا یَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ○ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ۫ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ○(آل عمران، آیت:197)

اے سننے والے کافروں کا شہروں میں اہلے گہلے پھرنا ہرگز تجھے دھوکا نہ دے۔ تھوڑا برتنا ہے پھر ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا ہی برا بچھونا۔

آج کل جو مسائل سامنے ہیں ان میں لڑکیاں صرف زناکاری تک محدود نہیں ہیں، بلکہ وہ اپنا دین ومذہب ترک کر کے غیر مسلموں کے دین کو قبول کر رہی ہیں، اسی کا نام ارتداد ہے، اس کی انتہائی بدترین صورت یہ ہے کہ انھوں نے اپنی عارضی محبت کے لیے جنت کو چھوڑ کر جہنم کا راستہ اختیار کیا۔ یہ انتہائی بدترین طریق عمل ہے، اس سے دنیا بھر میں ہندوستانی مسلمان بدنام ہو رہے ہیں، ان ظالم بچیوں سے کوئی پوچھے، تم نے اپنی دنیا وآخرت تباہ کی ہے، اپنے اہلِ خانہ کو بھی ناکام ونامراد بنادیا ہے۔ ان حالات میں ہم مزید کچھ عرض کرنے سے عاجز ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت کا راستہ عطا فرمائے۔ آمین۔ ■

علم الٰہی

قرآنی آیات کی روشنی میں

مولانا محمد حبیب اللہ بیگ ازہری

اللہ سمیع وبصیر ہے، علیم وخبیر ہے، علیم بذات الصدور ہے، علام الغیوب ہے، عالم الغیب والشہادہ ہے، یعنی وہ قریب وبعید کو سنتا ہے، ظاہر وباطن کو دیکھتا ہے، قلیل وکثیر کو جانتا ہے، دلوں کے احوال سے باخبر ہے، کائنات کے اسرار ورموز سے واقف ہے، اس کا علم ہر شی کو محیط ہے، اور کائنات کا کوئی ذرہ اس سے مخفی نہیں، فرمایا:

وَ مَا یَعۡزُبُ عَنۡ رَّبِّكَ مِنۡ مِّثۡقَالِ ذَرَّۃٍ فِي الۡاَرۡضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ۔[سورۂ یونس:61]

آسمان وزمین کا کوئی ذرہ تمھارے رب کے علم سے باہر نہیں۔

علم الٰہی پر سب سے واضح دلیل قرآن ہے، قرآن کریم نے جا بجا علم الٰہی کی وسعتوں کا ذکر کیا، بڑی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ ذکر کیا، قرآن مقدس میں علم باری کے اثبات کے لیے پچاس سے زائد کلمات ذکر کیے گئے، اور کم وبیش سات سو مقامات پر ذکر کئے، جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ کا علم ہر شی کو محیط ہے، اور اس کے علم کی کوئی انتہا نہیں، قرآن کریم کے جو کلمات صراحت کے ساتھ علم باری پر دلالت کرتے ہیں ان کی اجمالی فہرست یہ ہے:

*بَصِيۡرٌ-27مرتبہ *الۡبَصِيۡرُ-4مرتبہ
*بَصِيۡرًا-11مرتبہ *حَافِظٌ-1مرتبہ
*حِفۡظًا-1مرتبہ *حَفِيۡظٌ-3مرتبہ
*حَكِيۡمٌ-37مرتبہ *الۡحَكِيۡمُ-38مرتبہ
*حَكِيۡمًا-16مرتبہ *خَبِيۡرٌ-26مرتبہ
*الۡخَبِيۡرُ-6مرتبہ *خَبِيۡرًا-12مرتبہ
*الرَّقِيۡبَ-1مرتبہ *سَمِعَ-2مرتبہ
*سَمِيۡعٌ-23مرتبہ *السَّمِيۡعُ-19مرتبہ
*سَمِيۡعًا-3مرتبہ *الشّٰهِدِيۡنَ-2مرتبہ
*شَهِيۡدٌ-9مرتبہ *شَهِيۡدًا-10مرتبہ
*عَلِيۡمٌ-98مرتبہ *الۡعَلِيۡمُ-32مرتبہ
*عَلِيۡمًا-22مرتبہ *عالم-13مرتبہ
*عالمین-2مرتبہ *عَلِمَ-8مرتبہ
*عَلِمۡتَهٗ-1مرتبہ *عَلِمۡنَا-4مرتبہ
*يَعۡلَمُ-63مرتبہ *تعۡلَمُ-2مرتبہ
*اَعۡلَمُ-50مرتبہ *نَعۡلَمُ-6مرتبہ
*لَنَعۡلَمُ-4مرتبہ *نَعۡلَمُهُمۡ-1مرتبہ
*عَلَّمَ-3مرتبہ *عَلَّمَهٗ-4مرتبہ
*عَلَّمَكَ-1مرتبہ *عَلَّمَكُمۡ-2مرتبہ
*عَلَّمَنِيۡ-1مرتبہ *عَلَّمۡنٰهُ-3مرتبہ
*عَلَّمۡتَنَا-1مرتبہ *عَلَّمۡتُكَ-1مرتبہ
*لِنُعَلِّمَهٗ-1مرتبہ *عَلَّامُ-4مرتبہ
*مُّحِيۡطٌ-4مرتبہ *مُحِيۡطًا-2مرتبہ
*نَبَّاَنِيَ-1مرتبہ *نَبَّاَنَا-1مرتبہ
*يُنَبِّئُهُمۡ-6مرتبہ *يُنَبِّئُكُمۡ-8مرتبہ
*اَحۡصٰی اور اس کے مشتقات-5مرتبہ
*اَحَاطَ بِكُلِّ شَيۡءٍ عِلۡمًا-1مرتبہ
*لَا يَعۡزُبُ عَنۡهُ مِثۡقَالُ ذَرَّةٍ-2مرتبہ
*لَا يَخۡفٰی عَلَيۡهِ شَيۡءٌ-3مرتبہ
*وَسِعَ رَبِّيۡ كُلَّ شَيۡءٍ عِلۡمًا-3مرتبہ
*وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ اور اس کے مشابہ-10مرتبہ

ان کے علاوہ اور بھی کلمات ہیں جنھیں ہم نے طوالت کے پیش نظر چھوڑ دیا ہے، بہر حال جو کلمات ذکر کیے گئے ان کی مجموعی تعداد 624 ہے، یہ کلمات کسی تاویل وتخصیص کی گنجائش نہیں رکھتے، اور صراحت کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ ہر شی سے باخبر ہے، اور اسے ہر وقت ہر ذرے کا تفصیلی علم حاصل ہے، فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيۡبِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِيۡمٌۢ

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ [سورۂ فاطر:38]

اللہ آسمان و زمین کے غیب کو جاننے والا ہے، بے شک وہ دلوں کے احوال سے واقف ہے۔

صوفیاے کرام فرماتے ہیں کہ عالم دو ہیں، عالم صغیر، عالم کبیر، انسان کی ذات وصفات، عقائد و معمولات، جذبات وخیالات، اور صلاحیت ومصروفیات کی دنیا عالم صغیر کہلاتی ہے، آسمان وزمین اود دوسری مخلوقات کی دنیا عالم کبیر کہلاتی ہے، اس آیت مبارکہ میں آسمان وزمین اور خطرات قلب کو ایک ساتھ جمع کرکے اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ اللہ ہر شی کو جانتا ہے، انسان اپنے اور دوسروں کے بارے میں جو سوچ بھی نہیں سکتا اللہ اسے ازل سے جانتا ہے، اور واقع کے مطابق جانتا ہے، فرمایا:

اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَ ہُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ۔

[سورۂ ملک:14]

کیا وہ بھی نہیں جانتا جس نے پیدا کیا، وہ بڑا باریک بیں ہے اور ہر شی سے باخبر ہے۔

ابھی علم باری پر دلالت کرنے والے کلمات کی ایک اجمالی فہرست گزری، اس فہرست کو دیکھ کر کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہی چند کلمات علم باری پر دلالت کرتے ہیں اور بس، نہیں، بلکہ اول تا آخر پورا قرآن علم باری پر روشن دلیل ہے، اس لیے کہ قرآن علوم ومعارف کا بحر زخار ہے، اور اس کتاب حکمت میں کو جو کچھ بیان کیا گیا سراسر حق وصواب اور مبنی بر حقیقت ہے، قرآن کریم میں ذکر کیے گئے واقعات، سابقہ اقوام کے معمولات، ہدایت یافتہ قوموں پر ہونے والے انعامات، گمراہ قوموں کو درپیش مشکلات، مذاہب عالم کے عقائد ونظریات، اسلامی عقائد واحکامات، اخلاقی تربیت واصلاح سے متعلق ہدایات، تزکیہ قلب سے متعلق مواعظ وارشادات، حیات بعد الممات کی تفصیلات، نیز قیامت، حساب وکتاب اور جنت ودوزخ کے احوال بتانے والی آیات کو پڑھنے کے بعد عقل سلیم رکھنے والا ہر فرد بشر یہی کہے گا کہ یہ جس رب کا کلام ہے اسے ہر شی کا تفصیلی علم حاصل ہے، اور کائنات کا کوئی ذرہ اس کے علم محیط سے باہر نہیں، اسی لیے فرمایا:

لٰکِنِ اللّٰہُ یَشْہَدُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اِلَیْکَ اَنْزَلَہٗ بِعِلْمِہٖ ۚ وَ الْمَلٰٓئِکَۃُ یَشْہَدُوْنَ ؕ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا۔ [سورۂ نساء:166]

لیکن اللہ اس پر گواہ ہے کہ اس نے جو آپ کی جانب اتارا اسے علم کے ساتھ اتارا، اور اس پر ملائکہ گواہ ہیں، اور گواہی کے لیے اللہ کافی ہے۔

علاوہ ازیں اگر ذات باری سے کسی ایک معمولی ذرے کے علم کی نفی کی جائے تو اس کے لیے جہل لازم آئے گا، جو کسی حال میں اللہ کے لیے ممکن نہیں، اس لیے کہ جہالت عیب اور نقص ہے، اور اللہ ہر عیب ونقص سے پاک ہے، لہٰذا یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی ایک ذرہ بھی اس کے علم محیط سے باہر ہو، فرمایا:

وَ مَا تَکُوْنُ فِیْ شَاْنٍ وَّ مَا تَتْلُوْا مِنْہُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّ لَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا کُنَّا عَلَیْکُمْ شُہُوْدًا اِذْ تُفِیْضُوْنَ فِیْہِ ؕ وَ مَا یَعْزُبُ عَنْ رَّبِّکَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّۃٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ وَ لَاۤ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِکَ وَ لَاۤ اَکْبَرَ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ۔

[سورۂ یونس:61]

اے نبی! آپ جس حال میں رہتے ہیں اور جو بھی قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، اور اے مسلمانو! تم جو بھی کام کرتے ہو ہم تم سے باخبر رہتے ہیں، اور آسمان وزمین کا کوئی ذرہ تمھارے رب سے پوشیدہ نہیں، اور اس ذرے سے چھوٹی یا بڑی ہر چیز لوح محفوظ میں ہے۔

اللہ وحدہ لاشریک کے علم مطلق کے بارے میں تفصیلی گفتگو سے پہلے اس بات کی بھی وضاحت ضروری ہے کہ بندوں کے علم کو اللہ کے علم سے کوئی نسبت نہیں، کیوں کہ

1–اللہ کا علم ازلی ہے، اور بندوں کا علم حادث ہے، حادث کا مطلب یہ ہے کہ انسان جب پیدا ہوتا ہے تو اسے کسی چیز کا علم نہیں ہوتا، بعد میں حاصل ہوتا ہے، جب کہ اللہ کی شان یہ ہے کہ وہ ازل ہی سے سب کچھ جانتا ہے، اور اس کے علم کو جہالت سے کوئی نسبت نہیں۔

2–اللہ کا علم لامتناہی اور غیر محدود ہے، جب کہ بندوں کا علم محدود اور متناہی ہے، ارشاد باری ہے:

وَ لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ۔

[سورۂ بقرہ:255]

وہ اس کے علم سے بس اتنا ہی حاصل کرتے ہیں جتنا وہ چاہتا ہے۔

3 – اللہ کا علم ہر شی کو محیط ہے، جب کہ بندوں کا علم ایسا نہیں، فرمایا:

وَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا۔ [سورۂ اسرا:85]

تمھیں تھوڑا ہی علم دیا گیا۔

4–اللہ کا علم ذاتی اور قدیم ہے، بندے کا علم کسبی اور حادث ہے۔

5–اللہ کا علم اسباب و وسائل اور آلات کا محتاج نہیں، کیوں کہ اللہ کسی شی کا محتاج نہیں، جب کہ بندوں کو علم حاصل کرنے کے لیے کتاب اور استاد کا سہارا لینا ضروری ہے، اور اس سے پہلے سننے، دیکھنے، پڑھنے اور یاد کرنے کے لیے کان، آنکھ، زبان اور دل و دماغ کی ضرورت ہوتی ہے۔

6 – اللہ کے علم میں زوال، نسیان، اشتباہ اور کمی بیشی کی گنجائش نہیں، کیوں کہ یہ حوادث کی صفات ہیں، اور اللہ امکان و حدوث کی صفات سے پاک ہے، اس کے بالمقابل بندوں کے علم میں کمی بیشی ہوتی ہے، اشتباہ اور نسیان ہوتا ہے، بلکہ بسا اوقات بندوں کا علم سلب بھی ہو جاتا ہے۔

7–بندوں کے علم کو اللہ کے علم سے وہی نسبت ہے جو ایک قطرے کو سات سمندر سے ہے، بلکہ اس سے بھی کم، بخاری شریف کی ایک طویل حدیث پاک میں ہے:

وجاء عصفور فوقع على حرف السفينة فنقر في البحر نقرة، فقال له الخضر: ما علمي وعلمك من علم الله إلا مثل ما نقص هذا العصفور من هذا البحر (امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، حدیث نمبر: ٤٤٤٨)

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام ایک کشتی میں سوار تھے، اسی دوران ایک پرندہ کشتی کے ایک کنارے آکر بیٹھا، اور اس نے سمندر میں اپنی چونچ ڈالی، حضرت خضر نے فرمایا: علم الٰہی کے مقابلے میں ہمارے اور تمھارے علم کی وہی حیثیت ہے جو اس سمندر کے مقابلے میں پرندے کی چونچ میں آنے والے پانی کی ہے۔

یہ تمثیل کے طور پر ہے، ورنہ اس حقیقت سے کسے انکار ہو سکتا ہے کہ بندوں کے علم کو اللہ کے علم سے کوئی نسبت نہیں ہے، بندوں کا علم حادث، عطائی اور محدود ہے، اسباب وآلات کا محتاج ہے، تجربات و مشاہدات اور مشق و ممارست کی بنیاد پر مستحکم ہوتا ہے، اور غفلت و بے توجہی کے باعث کمزور اور ناقابل اعتبار ہو جاتا ہے، جب کہ اللہ کے علم کی شان ہی نرالی ہے، اللہ کا علم قدیم ہے، ازلی ہے، ذاتی ہے، ہر شی کو محیط ہے، اور کسی بھی طرح کی کمی بیشی، اختلاط والتباس، ذہول و نسیان اور زوال و فنا سے پاک ہے، یہی اسلامی عقیدہ ہے، اور قرآنی آیات سے اسی عقیدے کی تائید و توثیق ہوتی ہے، جیسا کہ عنقریب آپ دیکھیں گے۔

قرآن مجید میں علم الٰہی کا ذکر دو طریقے سے کیا گیا ہے، کہیں اجمالاً ذکر کیا اور فرمایا کہ اللہ عالم الغیب ہے، اور اسے آسمان و زمین کی ہر شی کا علم ہے، اور کہیں تفصیلاً ذکر کیا اور فرمایا کہ اللہ آسمان و زمین کی تہوں میں چھپی ہر چیز کو جانتا ہے، اور وہ ماضی کے واقعات، مستقبل کے احوال، کائنات کے اسرار و رموز اور بندوں کے دلوں میں گزرنے والے خیالات سے بھی واقف ہے۔

قرآن کریم میں علم باری کا تفصیلی ذکر کرنے والی آیتوں کی ایک لمبی فہرست ہے، اسی لیے ہم یہاں ان میں سے چند آیات کا انتخاب کریں گے، اور انھیں مختلف موضوعات کے تحت تقسیم کریں گے، پھر ہر ایک کی مختصر اور اطمینان بخش توضیح کریں گے، امید ہے کہ اس طرح علم الٰہی کے سلسلے میں قرآنی تعلیمات کا خلاصہ ہمارے قارئین کے ذہنوں میں بآسانی محفوظ ہو جائے گا۔

1–اللہ کے پاس خزانۂ غیب کی کنجیاں ہیں

اللہ وحدہ لاشریک کو ہر خشک و تر کا علم ہے، فرمایا:

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٥٩﴾ وَهُوَ الَّذِىْ يَتَوَفّٰٮكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٦٠﴾۔ [سورۂ انعام: 59-60]

اللہ کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں، جنھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، خشکی اور سمندر میں جو کچھ ہے اسے وہ جانتا ہے، جو بھی پتا گرتا ہے وہ اسے جانتا ہے، زمین کی تاریکیوں میں جو دانہ چھپا ہے، اور جو کچھ خشک و تر میں ہے سب ایک روشن کتاب میں محفوظ ہے۔ اللہ وہی ہے جو رات میں تمھاری روحیں قبض کر لیتا ہے، اور جو تم نے دن میں کیا اسے جانتا ہے، پھر دن میں تمھیں اٹھاتا ہے، تاکہ مقررہ مدت پوری ہو جائے، پھر اسی کے حضور تمھاری واپسی ہوگی، تو وہ تمھیں بتائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔ (جاری)

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین/سوال آپ بھی کر سکتے ہیں

آپ کے مسائل

فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

مفتی اشرفیہ
محمد نظام الدین رضوی
کے قلم سے

سوال: قربانی کے جانور کو عیب و نقص سے پاک ہونا چاہیے، اس سلسلے میں عرض ہے کہ عیب کس قدر ہو تو قربانی صحیح نہ ہوگی، مکمل بے عیب جانور تو کم دست یاب ہوتے ہیں، اس بارے میں احادیث نبویہ سے کیا رہنمائی ملتی ہے اور کتبِ فقہ میں کیا اس تعلق سے کوئی ضابطہ ہے جس کے پیشِ نظر جانوروں کے تعلق سے فیصلہ کرنا آسان ہو۔

جواب: بہتر تو یہی ہے کہ قربانی کا جانور ہر طرح کے عیب و نقص سے پاک، فربہ و خوب صورت ہو، تاہم کچھ معمولی سا عیب ہو تو وہ معاف ہے شریعت کچھ حد تک اسے گوارا کر لیتی ہے لیکن عیب اگر زیادہ ہو تو شریعت اسے گوارا نہیں کرتی اور ایسے جانوروں کی قربانی صحیح نہیں ہوتی اس لیے قابلِ توجہ یہ ہے کہ وہ کون کون سے عیوب یا نقائص ہیں جو شریعت کی نگاہ میں ناقابلِ معافی، یا قابلِ عفو ہیں۔

احادیثِ نبویہ میں کچھ ایسے عیب دار جانوروں کا ذکر ہے جن کی قربانی صحیح نہیں ہوتی، فقہا نے بھی اپنی لسٹ میں ان جانوروں کو شمار کیا ہے اور بعض فقہا نے کہیں کہیں قربانی صحیح نہ ہونے کی علت بھی بیان فرمائی ہے۔ ہم یہاں ان سب کو سامنے رکھ کر تین ضابطے بیان کرتے ہیں جن سے اس نوع کے مسائل بخوبی اجاگر ہو جائیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

قربانی کے جانوروں میں دو طرح کے اعضا پائے جاتے ہیں:

◆ کچھ اعضا وہ ہیں جو اعضائے مقصودہ سے ہیں۔

◆ اور کچھ اعضا وہ ہیں جو غیر مقصودہ سے ہیں۔

یوں کچھ نہ کچھ فائدہ ان اعضا کا بھی ہے، مگر شرعًا وہ مقصود نہیں ہیں جیسے سینگ، خُصیے، آلۂ تناسل، مثانہ وغیرہ، یہ اعضائے مقصودہ سے نہیں، سینگ تو زینت اور آرائش وغیرہ کے لیے ہے لہذا سینگ اگر اوپر سے ٹوٹ جائے تو یہ عیب نہیں ہے، گو دیکھنے میں یہ ہلکا پھلکا سا عیب محسوس ہوتا ہے مگر یہ گوارا ہے کیوں کہ، جو عیب نظر آرہا ہے وہ عضو غیر مقصود میں ہے لہذا اس کی قربانی صحیح ہوگی۔ لیکن اگر سینگ سر کے اندر جڑ سے ٹوٹی ہو، گودے سے نکل آئی ہو تو یہ عیب ہے اس لیے نہیں کہ سینگ نکل آئی بلکہ اس لیے کہ سر جانور کے اعضائے مقصودہ میں سے ہے اور اس کے اندر گہرا زخم پیدا ہو گیا اور وہ بھی ایک نہیں دو، دو گہرے زخم پیدا ہو گئے اگر دونوں سینگیں ٹوٹی ہوں، سر کے اندر سے، تو عضو مقصود میں دو دو گہرے زخم پیدا ہو جانے کی وجہ سے اس کی قربانی ناجائز اور نادرست ہے یوں ہی جانور کا آلہ تناسل اور دونوں خصیے بھی اعضائے غیر مقصودہ سے ہیں، یہی حال مثانہ یعنی پیشاب کی تھیلی کا بھی ہے۔

جانوروں سے مقصود دو چیزیں ہوتی ہیں دودھ اور گوشت، ان کے مقاصد عامہ میں یہی دو چیزیں ہیں، کچھ جانور ایسے ہیں جن سے سواری بھی مقصود ہوتی ہے جیسے "اونٹ" اس سے سواری بھی مقصود ہے، گوشت بھی مقصود ہے اور دودھ بھی مقصود ہے۔ اور چھوٹے جانوروں سے دودھ اور گوشت مقصود ہے، ان سے سواری نہیں مقصود ہے۔

اس تشریح کے پیشِ نظر آپ اعضا کے بارے میں فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کون سا عضو اعضائے مقصودہ سے ہے اور کون سا غیر مقصودہ سے ۔ **سینگ** اس سے نہ گوشت ملتا ہے، نہ دودھ ملتا ہے، نہ اس پر سواری ہو سکتی ہے لہذا عضو غیر مقصود ہے اور اس سے براہ راست یا بالواسطہ کوئی تعاون بھی نہیں ملتا ہے اس لیے بھی یہ عضو غیر مقصود ہے، دونوں **خصیے** اور نر جانور کا آلہ **تناسل** اور **مثانہ** یہ بھی ان تینوں میں سے کسی کام کے نہیں، بلکہ ان کو کھانا مکروہ تحریمی و ناجائز ہے، اس لیے یہ عضو مقصود سے نہیں ہیں، دودھ ان سے حاصل نہیں ہو سکتا، سواری ان پر ہو نہیں سکتی اور کھانا ان کا جائز نہیں۔ تو واضح ہو گیا کہ یہ تینوں اعضا بھی اعضائے غیر مقصودہ سے ہیں، لہذا اگر نر جانور کے دونوں خصیے نکال دیے جائیں تو یہ عیب نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اس کا عضو تناسل بھی کاٹ دیا گیا ہو تو یہ عیب نہیں ہے، ایک عضو ہی پورا فوت ہو گیا، بلکہ دو اعضا فوت ہو گئے بلکہ ایک ساتھ تین تین اعضا فوت ہو رہے ہیں مگر شریعت اسے معمولی سا بھی عیب نہیں قرار دیتی ہے کیوں کہ یہ اعضائے مقصودہ سے نہیں ہیں نہ ان کو کھا سکتے ہو، نہ پی سکتے ہو نہ ان پر سواری کر سکتے ہو۔ اس لیے ان کے نہ رہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا ایسے

جانور کی قربانی صحیح و درست ہے اس کے بر خلاف جو اعضا مقصود ہیں کہ وہ براہ راست کھائے یا پیے جاتے ہیں یا بالواسطہ کھانے پینے یا سواری کے کام آتے ہیں تو ایسے سارے اعضا، اعضاے مقصودہ ہیں۔

دوسرا ضابطہ: اعضاے مقصودہ میں سے اگر کسی عضو کی منفعت بیماری یا عیب کی وجہ سے بالکل فوت ہو جائے، ختم ہو جائے تو اس کی قربانی نہیں ہوگی، مثلاً جانور کا ایک پاؤں کٹ کر الگ ہو جائے تو اس کی قربانی نہیں ہوگی کہ یہ سواری کے لیے براہ راست مقصود ہے اور چرنے کے لیے، پانی پینے کے لیے بواسطہ مقصود ہے تو یہ کھانے میں بھی، پینے میں بھی، سواری میں بھی براہ راست یا بالواسطہ مقصود ہے، اس کی منفعت بالکل فوت ہوگئی لہذا ایسے جانور کی قربانی نہیں ہوگی یا فرض کیجئے کہ جانور کے پاؤں میں کوئی ایسی بیماری پیدا ہوگئی کہ اس پاؤں سے وہ چلنے کے لائق نہ رہا یعنی لنگڑا ہو گیا تین پاؤں سے چلتا ہے اور چوتھا پاؤں زمین پر نہیں رکھتا ہے تو اس پاؤں کی منفعت جو مقصود تھی فوت ہوگئی، لہذا اس کی بھی قربانی نہیں ہوگی، کہ عضو مقصود کی منفعت مقصودہ فوت ہوگئی۔ ایک آنکھ پھوٹ جائے تو اس کی قربانی نہیں ہوگی کیوں کہ اس آنکھ کی جو منفعت مقصودہ ہے وہ فوت ہوگئی۔ آنکھ سے اگرچہ براہ راست دودھ نہیں ملتا، کھانا نہیں ملتا، اس پر سواری نہیں ہو سکتی مگر بالواسطہ یہ آنکھ تینوں کے لیے مد ومعاون ہے۔ جانور اندھا ہو جائے یا پاگل ہو جائے تو اس کی بھی قربانی صحیح نہیں ہے، پاگل ہو گیا تو اس کے دماغ کی منفعتِ مقصودہ فوت ہوگئی۔ بہرا ہو گیا تو کانوں کی منفعت مقصودہ فوت ہوگئی، اس طرح سے شریعت نے جتنے عیوب گنائے ہیں ان پر ایک ایک کر کے آپ نظر ڈالتے جائیے تو آپ پر ایک ایک بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی جائے گی کہ اس وجہ سے اس کی قربانی ناجائز ہے اور اس وجہ سے جائز ہے۔ اب اس ضابطہ کی روشنی میں بہارِ شریعت میں اس نوع کے مسائل پڑھ لیجیے، آپ کو سب کچھ سمجھ میں آجائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ کہ اعضائے مقصودہ کے منافعِ مقصودہ فوت ہو رہے ہیں لہذا قربانی نہیں ہوگی۔

تیسرا ضابطہ: کچھ اعضا ایسے ہیں جن میں ایک تہائی سے زیادہ فوت ہو جائے تب بھی شریعت ایسے جانور کی قربانی کو صحیح نہیں مانتی ہے مثلاً بکری ہے، بھیڑ ہے ان کے دو تھن ہوتے ہیں ایک تھن کسی بھی وجہ سے خشک ہو گیا، اس سے دودھ نہیں آتا یا پہلے ہی سے پیدائشی طور پر خشک ہے تو اس کی قربانی نہیں ہوگی کہ اس عضو کی جو منفعت مقصودہ ہے وہ ایک تہائی سے زیادہ فوت ہوگئی لہذا اس کی قربانی نہیں ہوگی، یہاں دودھ دونوں تھنوں سے مقصود ہوتا ہے تو ان میں سے ایک کے خشک ہونے سے عیب ایک تہائی سے زیادہ ہو گیا تو وہ عیب کثیر ہے لہذا قربانی نہیں ہوگی۔ بڑے جانور جیسے اونٹنی اور بھینس میں چار لر ہوتی ہیں، ان میں ایک لر اگر خشک ہو جائے تو ان کی قربانی صحیح ہوگی، کیوں کہ چار میں ایک تھن کے خشک ہونے سے ایک تہائی سے کم ہی خشک ہوا ہے۔ اور اگر دو لر خشک ہو جائیں یا دو لر فوت ہو جائیں تو اس کی قربانی نہیں ہوگی کیوں کہ دو لر خشک ہونے سے ایک تہائی سے زیادہ منفعت فوت ہوگئی۔

میرے عزیز طلبہ! اگر یہ بات آپ نے سمجھ لی ہے تو آپ اطمینان رکھیں کہ قربانی کے جانوروں کے عیوب ونقائص کے تعلق سے اب آپ بہار شریعت، عالمگیری، شامی، شرح وقایہ، فتاویٰ قاضی خاں، وغیرہ کے مباحث پڑھیں گے، تو ان شاء اللہ آپ پر ہر چیز عیاں ہوتی چلی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال: کان اور دُم اعضاے مقصودہ سے ہیں یا نہیں؟

جواب: کان اور دُم دونوں اعضاے مقصودہ سے ہیں کہ شرعاً ان کا کھانا حلال ہے— کان کی جو ہیئت اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے وہ سننے کے لیے ضروری ہے اس ہیئت پر نہ ہو تو کان صحیح طور پر نہ آوازوں کو سنے، اور نہ ہی مخلوط آوازوں میں امتیاز کر سکے، جانور سنتا ہے اپنے مالک کی آواز پر دوڑا ہوا چلا آتا ہے، اور کسی دشمن جانور کی آواز کو سنتا ہے تو بھاگ جاتا ہے اپنے آپ کو بچا لیتا ہے، اس کا مالک بلاتا ہے تو اسے چارہ کھلائے گا، اس کی خدمت کرے گا، اس کی حفاظت کرے گا، اور کوئی دشمن جانور اس کو آواز دیتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس پر حملہ آور ہوگا اور اس کو نیست ونابود کر دے گا، تو ایک آواز اس کو نیست ونابود کرنے کے لیے ہوتی ہے جس کو وہ اپنے کانوں سے سنتا ہے اگر وہ نہ سنے تو تباہ ہو جائے گا اور تینوں مقاصد میں سے کسی مقصد کے لائق نہ رہے گا اور سنے گا تو اپنے کو اس سے بچا لے گا اور اس طرح وہ تینوں مقاصد کے لائق رہے گا اس لحاظ سے کان بالواسطہ منافع مقصودہ سے ہے اور اسے کھانا حلال ہے۔— دُم کی ساخت پر نظر ڈالیے تو وہ ریڑھ کی ہڈی سے مربوط معلوم ہوتی ہے اور ریڑھ کی ہڈی سواری کے لیے ناگزیر ہے اور یہ ہڈی یوں بھی جانور کی صحت کے لیے لازم ہے اور بڑے جانوروں میں یہ دُم موذی کیڑے مکوڑوں سے حفاظت کا آلہ ہے تو دُم بعض جانوروں میں بالواسطہ اور بعض میں براہ راست عضو مقصود ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فکرامروز

نصاب مدارس میں تصوف اور صوفیاے کرام کی تعلیمات

بلال احمد نظامی مندسوری

مدارس اسلامیہ دینی علوم کی ترویج واشاعت اور دعوت وتبلیغ کا ایک اہم ذریعہ ہیں، انھیں مدارس کی بدولت آج چمن اسلام ہر بھرا ہے، کیوں کہ یہی مدارس قوم کی دینی ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں، علما، خطبا، ائمہ، مؤذنین، مدرسین، مبلغین اور مصنفین انھیں مدارس کے فارغ التحصیل وفیض یافتہ ہوتے ہیں۔ انھیں مدارس سے ایسے افراد نکل کر میدان عمل میں آتے ہیں جو دعوت وتبلیغ، اصلاح معاشرہ اور تزکیۂ نفوس کرتے ہوئے پیغام الٰہی و پیغام رسول ﷺ کو گھر گھر تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مدارس کا یہ سلسلہ صرف اس دور کا نہیں ہے بلکہ کسی نہ کسی شکل وصورت میں زمانۂ رسالت مآب ﷺ سے آج تک یہ سلسلہ برقرار ہے، اگر کسی ملک یا علاقے میں مدارس کے وجود کو ختم کیا گیا تو وہاں کے دینی حالات افسوس ناک حد تک ابتر ہو گئے۔

انھیں مدارس کے پروردہ وفیض یافتہ افراد انقلاب زمانہ کا سبب بنے، اگر آپ کا احساس و ادراک کام کرے، تو بڑی بڑی انقلابی شخصیات کے احوال پر غور کریں وہ انھیں مدارس کے فیض یافتہ و پروردہ تھے۔ مثلاً: غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی (561470ھ)، امام غزالی (م505ھ) شیخ شہاب الدین سہروردی (م632ھ)، برصغیر میں کفرستان کو نوراسلام سے منور کرنے والی شخصیت معین الدین حسن خواجہ غریب نواز (م633ھ) اور مجدد الف ثانی (م1034ھ) وغیرہ علیہم الرحمہ۔

اگر حالات کا صحیح معنوں میں تجزیہ کریں تو موجودہ دور میں مدارس سے ایسی انقلاب آفریں شخصیات پیدا نہیں ہو رہی ہیں، اور نہ مدارس کی تعلیمات کے اثرات دوررس ونتیجہ خیز ثابت ہو رہے ہیں۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ مدارس بالکل ہی ناکارہ ہو چکے ہیں، بلکہ مدارس سے انقلاب کی جو کرنیں پھوٹنی چاہیے تھیں وہ کہیں دب کر رہ گئی ہیں۔ جس کی وجہ سے اپنوں میں تبلیغ دین اور غیروں میں دعوت دین کا کام جس رفتار سے ہونا چاہیے تھا وہ بالکل ہی مفقود ہے۔

اگر اسباب وعلل پر غور کریں تو آج مدارس میں تزکیۂ نفس اور صفائے قلب یعنی تصوف کا کوئی نظام نہیں ہے حالانکہ تصوف اور تعلیمات صوفیہ مدارس کی روح ہیں اور انھیں کے ذریعے مدارس کا استحکام ہے۔

اللہ رب العزت نے قرآن مقدسہ میں اپنے محبوب ﷺ کا بہ حیثیت معلم ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۞

آپ ﷺ ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتے ہیں اور ان کے باطن کو صاف کرتے ہیں اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ (سورہ آل عمران، 164)

معلم انسانیت ﷺ اپنے شاگردوں (صحابہ) کو درس گاہ نبوت میں کتاب وحکمت کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی تزکیۂ نفس اور صفائے قلب بھی فرمایا کرتے تھے، بایں وجہ آپ کے تلامذہ نے دنیا میں ایک مختصر سی مدت میں وہ انقلاب پیدا کیا کہ اہل دنیا ورطۂ حیرت میں پڑ گئے کہ یہ انسان ہیں یا کوئی اور مخلوق جو رکنے اور تھمنے کا نام ہی نہیں لیتے۔

بعد کے ادوار میں درسگاہیں یا تو خانقاہوں کی رونق کو دوبالا کرتیں یا مساجد میں آراستہ ہوتیں۔ موجودہ زمانے کے مطابق درسگاہوں کے لیے دیدہ زیب، جاذب نظر اور بلند عمارتیں نہیں تھیں لیکن مسجدوں اور خانقاہوں میں زیور تعلیم سے آراستہ کرتے ہوئے تزکیۂ نفس اور صفائے باطن کا بھی اہتمام فرماتے تھے، جب علوم متداولہ سے فراغت پاتے تو تربیت کے لیے چند سال کسی شیخ کی صحبت اختیار فرما کر علم وحکمت اور تزکیۂ نفس و صفائے قلب میں بھی کمال حاصل کرتے، جیسے امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے سیدنا امام جعفر صادق علیہ الرحمہ کی صحبت اختیار کی۔

زمانہ قدیم کے نصاب پر غور کریں ان میں واضح طور پر کتب تصوف کے درس کا بھی اہتمام پائیں گے۔ شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر علیہ الرحمہ کے تعلق سے منقول ہے کہ آپ طلبہ کو عوارف المعارف کا درس دیا کرتے تھے، مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمہ کے ملفوظات کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ معمول کے مطابق عوارف المعارف کے درس کا اہتمام فرماتے، اسی طرح دیگر مشائخ بھی اپنی اپنی درس گاہوں میں کتب تصوف کے دروس کا اہتمام فرماتے تھے۔

اٹھارہویں صدی عیسوی سے قبل دینی مدارس کے نظام تعلیم میں اہم اور بنیادی مضامین چار تھے۔

1۔ تفسیر 2۔ حدیث 3۔ فقہ 4۔ تصوف

دینی مدارس میں تصوف کی تدریس اہم مضمون کے طور پر کم و بیش سات سو برس تک جاری رہی۔ یہاں تک کہ ملا نظام الدین سہالوی (متوفی 1748ء) نے اٹھارویں صدی میں موجودہ درس نظامی کے نصاب سے تصوف کو بطور مضمون خارج کر دیا۔ اس کا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ مدارس کا ماحول بذات خود عملاً تصوف کی تعلیم دیتا ہے۔ اور تصوف تعلیمات رسول ﷺ، اخلاق حسنہ اور قرآن و حدیث پر عمل کرنے کا نام ہے۔ علاوہ ازیں جو کمیاں رہ جاتی تھیں انھیں کسی مرشد سے وابستہ ہو کر دور کر لی جاتی تھیں؛ لیکن اب اس امر کا شدت سے احساس کیا جا رہا ہے کہ تصوف اور تعلیمات صوفیہ کو نصاب کا حصہ بنایا جائے کیوں کہ موجودہ تعلیمی نصاب سے طلبہ علم نبوت سے سرفراز ضرور ہو رہے ہیں لیکن نور نبوت اور نور علم سے تہی دامن ہیں۔ اسی لیے صاحبان محراب و منبر اور ارباب مسند تدریس کی اکثریت، خشیت الٰہی سے دور، ایقان و یقین سے خالی اور حب جاہ، حرص و طمع میں مبتلا ہو کر دین پر دنیا کو ترجیح دے رہے ہیں۔

علامہ شرف قادری اس جانب توجہ دلاتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لمبے چوڑے نصاب پڑھنے، کئی کئی گھنٹوں پر پھیلی ہوئی تقریریں سننے کا کیا فائدہ؟ اگر خداوند قدوس کے کارساز اور رزاق مطلق ہونے کا ہمیں یقین نہیں ہے، اگر ہمارے دل خشیت الٰہی سے معمور نہیں ہیں، اگر ہمیں ایک ایک عمل پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جواب دہ ہونے کا احساس نہیں ہے۔ اگر ہمارے اندر قوت عمل بیدار نہیں ہوتی اور اگر موذن کی آواز ہمیں عملاً لبیک کہنے پر مجبور نہیں کرتی۔"

نصاب سے تصوف کو خارج کرنے کے نقصانات کے بارے میں لکھتے ہیں: "ایک وقت تھا جب مشائخ تصوف کی کتابیں سبقاً پڑھایا کرتے تھے، آج ہمارے نصاب سے تصوف کو خارج کر دیا گیا، ایسے میں ذوق عبادت اور جذبۂ اطاعت کہاں سے پیدا ہوگا؟ ہمیں احیاء العلوم، کشف المحجوب، الفتح الربانی، رسالہ قشیریہ، ارشاد المسترشدین اور مکتوبات امام ربانی، ایسی کتابوں کو شامل درس کرنا پڑے گا۔ ورنہ ہم خشک ملّا تو تیار کر سکیں گے، ایسے افراد ہرگز تیار نہ کر سکیں گے جن کی گفتگو میں اپیل کرنے والی صلاحیت، جو تقویٰ و طہارت کے پیکر ہوں اور جن کی نجی محفلیں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب اکرم ﷺ کے ذکر اور تعلیمات کے بیان سے آراستہ ہوں۔ (مقالات شرف قادری، ص:357)

اہل سنت و جماعت کے ایک بزرگ اور جہاں دیدہ عالم دین نے جس انداز میں مرض کی تشخیص اور دوا تجویز فرمائی ہے یہ انھیں کا حصہ ہے، لیکن ان کی آواز بھی صدا بہ صحرا ثابت ہوئی اور کسی نے کان دھرنے کی کوشش نہیں کی، امید ہے کہیں نہ کہیں تو ان کے یہ افکار اور درد بھرے الفاظ اثر انداز ہوں گے۔

نصاب تعلیم میں تصوف: مذکورہ تحریر سے یہ اندازہ ہو گیا ہے کہ مدارس صحیح معنوں میں اُسی وقت کامیاب ہو سکتے ہیں جب تک تعلیمات صوفیہ اور صوفیانہ اقدار کے حامل نہیں ہو جاتے ہیں۔ کیوں کہ تزکیۂ نفس، صفائے قلب، تعمیر سیرت، داعی دین، مبلغ اسلام اور تشکیل کردار جیسے اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لیے مشائخ متقدمین کی تصوف پر مشتمل کتابیں، ملفوظات اور ان کے باطنی اشغال اور روحانی معاملات و کیفیات سے اکتساب فیض از حد لازم و ضروری ہے۔ تو آیئے نصاب مدارس میں تعلیمات صوفیہ اور داعی دین کے لیے چند تجاویز پر غور و فکر کر لیتے ہیں۔

طریقۂ کار: نصاب میں تصوف اور تعلیمات صوفیہ کی شمولیت کی ضرورت کے بعد اس کے طریقۂ کار پر روشنی ڈالتے ہیں۔

1۔ ابتدائی طلبہ کے لیے آسان اور عام فہم کتب تصوف جن میں اعمال کے سلسلے میں ترغیب و ترہیب کا اسلوب اپنایا گیا ہو، شامل نصاب کی جائے۔

مثلاً: جماعت اولیٰ میں منہاج العابدین۔ جماعت ثانیہ میں مکاشفۃ القلوب۔ جماعت ثالثہ و رابعہ میں احیاء العلوم کے ضروری حصے۔

مذکورہ کتابوں کو خارجی مطالعے میں شامل کیا جائے، اور امتحان میں کامیابی کے لیے داخلِ نصاب کتابوں کے برابر درجہ دیا جائے۔

2۔ منتہی درجات کے طلبہ لیے قوت القلوب از شیخ ابو طالب مکی، کشف المحجوب از سید علی ہجویری، عوارف المعارف از شیخ شہاب الدین سہروردی، رسالہ قشیریہ از امام قشیری، مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی، تذکرۃ الاولیا از شیخ فرید الدین عطار علاوہ ازیں اولیاء اللہ کے ملفوظات و سوانح پر مشتمل کتابیں بھی شامل نصاب کر سکتے ہیں۔ مذکورہ کتب میں سے بعض کتابیں سبقاً سبقاً پڑھائی جائیں نیز ایسی کتب شامل نصاب کی جائیں جن میں فن تصوف اور تاریخ تصوف پر کلام کیا گیا ہو۔

یہ بات بھی ذہن نشیں رہے کہ محض کتب تصوف کا درس دینے یا مطالعہ کرنے سے دلوں کی دنیا نہیں بدلے گی بلکہ عملاً بھی طلبہ کو ایسے ماحول میں ڈھالنا ہوگا کہ انھیں ڈانٹ ڈپٹ کر یا ڈنڈے کے زور پر نماز یا دیگر اعمال صالحہ کے لیے بلانا نہ پڑے بلکہ اذان ہوتے ہی یا دیگر اعلانات پر طلبہ از خود عمل پیرا ہونے کے لیے آگے بڑھیں

اس کے لیے بھی چند تجاویز پیش خدمت ہیں۔

3۔ بعد نماز فجر ایک پارہ تلاوت قرآن کو لازمی کیا جائے۔

4۔ بعد نماز عشا مختصر وقت کے لیے حلقۂ ذکر کا اہتمام کیا جائے۔

(باقی ص:17 پر)

شعاعیں

ماہ محرم الحرام اور یومِ عاشورا

حافظ افتخار احمد قادری برکاتی

ماہ محرم الحرام زمانہ قدیم سے ہی قابلِ احترام سمجھا جاتا رہا ہے- عربوں کی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ بات بات پر ایک دوسرے کی گردن اڑا دینے والے جاہل، قدم قدم پر خون کی ندیاں بہانے والے بیوقوف، معمولی معمولی باتوں پر پشتہا پشت سے لڑنے والی قوم ماہ محرم الحرام کا چاند دیکھتے ہی اپنی تلواروں کو جھکا لیتی تھیں- جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اس ماہ مبارک کے فضائل میں چار چاند لگ گئے- تاریخی اعتبار سے ایسی باتیں معلوم ہوتی ہیں جو اس ماہ مبارک کی فضیلت کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں- کہتے ہیں کہ عاشورا کے دن کی فضیلت و اہمیت بیان کرتے ہوئے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ رب العزت نے آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں، دریاؤں، لوح وقلم کو اور حضرت آدم وحوا کو عاشورا ہی کے دن پیدا فرمایا- اور اسی دن حضرت آدم علیہ السلام جنت میں داخل ہوئے، اور اسی دن حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ خاص طور سے اس ماہ مبارک کی دسویں تاریخ کو جسے یومِ عاشورا کہتے ہیں اس دن بہت سارے حیرت انگیز واقعات رونما ہوئے، جیسے حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اسی دن ہوئی، اور اسی دن حضرتِ ابراہیم علیہ السلام پر نار نمرود گلزار ہوئی، اور اسی دن حضرتِ ایوب علیہ السلام نے مرض سے شفا پائی، اسی دن حضرتِ یعقوب علیہ السلام کی بینائی واپس آئی، اور اسی مبارک دن میں حضرتِ سیدنا یوسف علیہ السلام کنویں سے نکلے، اسی دن حضرتِ سلیمان علیہ السلام کو بادشاہی ملی، اور اسی دن حضرتِ موسیٰ علیہ السلام جادوگروں پر غالب آئے۔ (عجائب المخلوقات، صفحہ نمبر/44)

اسی دن حضرتِ امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ نے مرتبہ شہادت حاصل کیا، اور قیامت بھی اسی روز آئے گی، اسی دن اللہ رب العزت نے عرش پر اپنی شان کے مناسب استواء فرمایا، اور اسی دن پہلی بارش اور پہلی رحمت نازل ہوئی۔ (غنیۃ الطالبین، جلد/دوم/صفحہ نمبر/53)

اسی دن اللہ رب العزت نے کرسی کو قلم و آسمان کو پیدا فرمایا، اور اسی دن حضرتِ سیدنا ادریس علیہ السلام کو جنت کی طرف اٹھایا گیا، اور اسی دن اللہ رب العزت نے پہاڑوں کو اور سمندروں کو پیدا فرمایا۔ (غنیۃ الطالبین، جلد نمبر/دوم، صفحہ نمبر 53)

اور عاشورا ہی کے دن اصحابِ کہف کروٹیں بدلتے ہیں-
(غنیۃ الطالبین، جلد اول/صفحہ نمبر 145)

مسلمانانِ اہلسنت وجماعت کو چاہیے کہ اس مقدس ماہ کے بابرکت دن کو لغویات میں نہ گزاردیں، بلکہ عبادت وریاضت صدقات وخیرات و نوافل میں زیادہ اپنے قیمتی اوقات کو صرف کریں، کیونکہ عاشورا ایک بزرگ دن ہے اس میں ہر ایک نیک کام بڑے اجر وثواب کا موجب ہے، جیسے اس دن کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنا بڑے ثواب ملے کا کام ہے۔

حضرتِ سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص عاشورا کے دن یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے گا تو اللہ رب العزت اس کے لیے یتیم کے سر پر ہر بال کے عوض ایک ایک درجہ جنت میں بلند فرمائے گا- (غنیۃ الطالبین، جلد دوم، صفحہ نمبر/53)

ویسے بھی کسی یتیم کے ساتھ محبت و الفت کرنا باعثِ اجرِ عظیم ہے، خواہ عاشورا کا دن ہو یا کوئی اور دن ہو- حضرتِ سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جو شخص محض اللہ رب العزت کی رضا کے لیے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے گا تو اسے ہر بال کے عوض نیکیاں ملیں گی، جن پر ہاتھ پھیرے گا اور جو یتیم بچی یا یتیم بچے جو اس کے پاس ہے اس کے ساتھ احسان کرے گا تو میں اور وہ جنت میں دو انگلیوں کی طرح اکٹھے ہوں گے اور آپ نے دونوں انگلیوں کو ملا دیا- (رواہ احمد ترمذی، مشکوٰۃ شریف/صفحہ نمبر، 423)

حضرتِ امام عالی مقام کی شہادت نے اس ماہِ مبارک کو اتنا مشہور کر دیا کہ جتنا کبھی نہ تھا۔ آج پوری دنیا میں ماہ محرم الحرام کا چاند دیکھتے ہی ایک انقلاب برپا ہو جاتا ہے- حضرتِ امام حسین رضی اللہ

عنہ کی یاد مسلمانوں کو تڑپا دیتی ہے - یہ الگ بات ہے کہ بعض احمق غلط طریقے سے یاد مناتے ہیں، اور ایسے غیر اسلامی کام کرتے ہیں کہ جس سے خود حضرتِ امام عالی مقام کی روح کو تکلیف پہنچتی ہوگی، اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ایسے لوگوں کو عقل سلیم عطا فرمائے اور وہ کام کرنے کی توفیق بخشے جس سے سرکارِ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اور ان کے جاں نثار ساتھیوں کی روحیں خوش ہوں-

سچ پوچھیے تو ماہ محرم الحرام ہم کو یاد دلاتا ہے حسینی عزم و ہمت کی، دشمنوں کے مقابلے میں بیباکی، اور جوانمردی کی عظیم الشان مثال دیکھنا ہو تو کربلا کے میدان میں دیکھو تاریخ اپنے اندر تمام جلووں کو سمیٹے ہوئے ہے - یہ ہماری بہت بڑی کم نصیبی ہے کہ یہ ماہ مبارک ہمارے اندر عزم و ہمت کی روح پھونکنے آتا ہے مگر ہم ہیں کہ ان مقدس ترین ایام میں کھیل کود میں مست رہتے ہیں، ہم آپسی دشمنی اور بیجا خرافات میں مست رہ کر ان بابرکت لمحات کو گزار دیتے ہیں، کھیل تماشوں میں مست رہنے والو! اپنے حال پر رحم کرو، کاش ہم یہ سوچتے کہ یہ ماہ مبارک ہم کو کن باتوں کی یاد دلاتا ہوں؟ کس طرح ہماری مردہ رگوں میں زندگی کی نئی تڑپ پیدا کرنے کی تلقین کرتا ہے؟ نماز و روزہ سے غافل رہ کر یاد حسین منانے والو! اپنے حالوں پر رحم کرو - اپنے گھر والوں پر رحم کرو، پورے معاشرے پر رحم کرو، ذرا سوچیے جب ہماری ہی زندگی غیر اسلامی ہوگی تو ہمارے بچے اسلامی کردار کو کس طرح اپنا سکیں گے، اس لیے ضروری ہے کہ ماہ مبارک بالخصوص یوم عاشورا کو اپنے اہل و عیال کے ساتھ عبادت و ریاضت میں گزارے اور اچھے کام کرے لغویات سے بچے خاص طور سے عاشورا کے دن یہ کام ضرور انجام دے-

(1)-عاشورا کے روز غسل کرنا مرض و بیماری سے بچاؤ کا سبب ہے - حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص عاشورا کے روز غسل کر لے تو کسی مرض میں مبتلاء نہ ہوگا سوائے مرض موت کے -(غنیۃ الطالبین، جلد دوم، صفحہ نمبر/53)

(2)-عاشورا کے روز گناہوں اور معاصی سے توبہ کرنی چاہیے، اللہ رب العزت اس کی توبہ قبول فرماتا ہے - حضرتِ سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی اور حکم ہوا:

اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ دسویں محرم کو میری بارگاہ میں توبہ کریں اور جب دسویں محرم کا دن ہو تو میری طرف نکلیں یعنی توبہ کریں میں ان کی مغفرت فرماؤں گا -(فیض القدیر شرحِ جامع صغیر، ج:3، ص:34)

(3)-عاشورا کے روز آنکھوں میں سرمہ لگانا آنکھوں کی بیماریوں کے لیے شفا ہے - حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص عاشورا کے روز اثمد کا سرمہ آنکھوں میں لگائے تو اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی -(رواہ البیہقی عن ابن عباس)

حضرتِ ملا علی قاری رحمۃ الباری اپنی کتاب "موضوعات الکبیر" میں تحریر فرماتے ہیں کہ عاشورا کے روز آنکھوں میں سرمہ لگانا خوشی کے اظہار کے لیے نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ یہ خارجی لوگوں کا فعل ہے کہ وہ اس میں خوشی کا اظہار کرتے ہیں - بلکہ حدیثِ پاک پر عمل کرنے کے لیے آنکھیں میں سرمہ لگانا چاہیے -(الموضوعات الکبیر)

(4)-عاشورا کے روز اپنے اہل و عیال کے واسطے گھر میں وسیع پیمانے پر کھانے پینے کا انتظام کرنا چاہیے، تاکہ اللہ رب العزت اس گھر میں سارا سال وسعت فرمائے-

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو کوئی عاشورا کے دن اپنے اہل و عیال پر نفقہ پر وسعت کرے گا تو اللہ رب العزت اس پر سارا سال وسعت فرمائے گا - حضرتِ سفیان ثوری نے فرمایا کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا تو ایسا ہی پایا -(رواہ البیہقی فی شعب الایمان، مشکوٰۃ شریف، صفحہ نمبر/170)

حضرتِ محبوبِ سبحانی، قطب ربانی، سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب غنیۃ الطالبین، جلد دوم، صفحہ نمبر 54/ پر تحریر فرماتے ہیں کہ حضرتِ سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے پچاس سال اس کا تجربہ کیا تو وسعت ہی دیکھی۔

اسی طرح حضرتِ علامہ مناوی فیض القدیر، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر/234/ پر تحریر فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا تو صحیح پایا - اور حضرتِ سیدنا ابنِ عینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے پچاس یا ساڑھ سال اس کا تجربہ کیا تو وسعت ہی پائی - لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ اس دن وسیع پیمانے پر اپنے اہل و عیال کے لیے کھانے کا انتظام و انصرام کریں۔

(5)-عاشورا کے دن کا روزہ رکھنا بڑا ثواب ہے۔حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے خود بھی اس دن روزہ رکھا اور اپنے غلاموں کو روزہ رکھنے کا حکم فرمایا، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ عاشورا کا روزہ رکھو اس دن انبیاء کرام علیہم

الصلاۃ والسلام روزہ رکھتے تھے۔(جامع صغیر، جلد نمبر چار/صفحہ نمبر/215)

اس حدیث پاک کے تحت علامہ مناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ عاشورا کی فضیلت بہت بڑی ہے اور اس کی حرمت قدیم زمانہ سے چلی آتی ہے، ابن رجب نے فرمایا کہ اس دن نوح اور موسی اور دیگر انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام نے روزہ رکھا اور اہل کتاب بھی اس روز روزہ رکھتے تھے۔

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: رمضان المبارک کے بعد افضل روزہ اللہ رب العزت نے مہینہ محرم (عاشورا) کا روزہ ہے۔اور فرض کے بعد افضل نماز رات کی نماز ہے۔(مشکوۃ شریف/صفحہ نمبر، 171)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو یہودیوں کو عاشورا کے دن روزہ دار پایا، آپ نے فرمایا کہ یہ کیا دن ہے؟ جس میں تم روزہ رکھتے ہو، انہوں نے کہا کہ یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی، اور فرعون اور اس کی قوم کو ڈبو دیا، لہذا حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے بطور شکریہ اس دن کا روزہ رکھا تو ہم بھی اس دن کا روزہ رکھتے ہیں، پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تم سے ہم زیادہ حق دار اور زیادہ قریب ہیں تو آپ نے روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دیا۔(مشکوۃ شریف، صفحہ نمبر/189)

حضرت سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ رب العزت پر گمان ہے کہ عاشورا کا روزہ ایک سال قبل کے گناہ مٹا دے گا۔

(رواہ مسلم، مشکوۃ شریف)

عاشورا کے دن یہ کام ممنوع ہیں:

عاشورا کے روز سیاہ لباس پہننا، سینہ کوبی کرنا، کپڑے پھاڑنا، بال نوچنا، نوحہ کرنا، پیٹنا، چھری چاقو سے بدن زخمی کرنا، جیسا کہ رافضیوں کا طریقہ ہے ایسے افراد تشیع سے اجتناب کلی کرنا چاہیے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ہمارے طریقہ پر وہ نہیں ہے جو رخساروں کو مارے اور گریباں پھاڑے اور پکارے جاہلیت کا پکارنا۔

(رواہ البخاری و مسلم، مشکوۃ شریف، صفحہ نمبر/140)

***

(ص:14 کا بقیہ)

5۔ نوافل نمازوں کی بھی ترغیب دلائی جائے کہ یہ قرب الہی کا ذریعہ ہیں۔

6۔ ہفتے میں ایک دن اجتماعی طور پر تصوف کی کسی ایسی کتاب سے جو دل پر گہرا انقش چھوڑے درس دیا جائے، بعد درس حلقۂ ذکر اور پھر رقیق القلبی کے ساتھ رقت انگیز دعا کی جائے تاکہ یہ ماحول طلبہ کے دلوں پر اثر انداز ہو۔

7۔ مہینے میں ایک بار کسی نیک متقی اور صاحب دل بندے سے طلبہ کے درمیان موثر انداز میں بیان کروایا جائے۔

8۔ طلبہ کو اللہ والوں کی صحبت میں بٹھایا جائے، ان سے گفت و شنید کے مواقع فراہم کیے جائیں، یہ نہ ہو سکے تو کسی اللہ والے کے مزار پر حاضری دلوائی جائے اور اکتساب فیض کے طریقے بتائے جائیں۔

اس بات کا بھی خصوصی التزام کیا جائے کہ اساتذہ بھی پابند شرع اور نیک صالح ہوں کیوں کہ اساتذہ کی حرکات و سکنات طلبہ پر اثر انداز ہوتی ہیں۔

دعوت دین: مدارس اسلامیہ کے بنیادی مقاصد میں سے ایک اہم مقصد یہ ہے کہ ایسے افراد تیار کیے جائیں جو بعد فراغت تبلیغ دین اور دعوت دین کے فرائض بحسن و خوبی انجام دے سکیں، لیکن حالات پر نظر رکھنے والے بہ خوبی جانتے ہیں کہ مدارس کے فارغین کا تبلیغ دین اور دعوت دین میں کیا کردار ہے، یہ بات بھی قابل غور و فکر ہے کہ مدارس کے بنیادی مقصد کی تکمیل کے لیے شاید ہی کوئی کتاب نصاب میں شامل ہے، میرے خیال میں شاذ و نادر ہی کسی مدرسے کے نصاب میں کوئی ایسی کتاب شامل ہو جو بنیادی مقاصد کے تقاضے کو پورا کرتی ہو۔ اس لیے مدارس میں جہاں تصوف اور تعلیمات صوفیہ کو شامل نصاب کیا جائے وہیں موجودہ حالات کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایسی کتاب بھی شامل نصاب کی جائے جس میں دعوت و تبلیغ کے اصول و ضابطے نیز اسلوب دعوت کے طریقہ کار، نبوی اسلوب دعوت اور صوفیانہ اسلوب دعوت کو بیان کیا گیا ہو۔ ساتھ میں دعوت و تبلیغ کے لیے عملی تربیت کا بھی اہتمام کیا جائے۔

طریقہ کار یہ ہو کہ بعد فراغت ایک سال دعوت و تبلیغ کے لیے مختص کیا جائے، جس میں طلبہ کو عملاً اپنوں اور غیروں سے ڈائلاگ کا طریقہ سکھایا جائے، مناظرانہ اسلوب کی بجائے داعیانہ اسلوب پر توجہ دی جائے، طلبہ کو بار بار مشق کرائی جائے۔ اور اگر طلبہ کے پاس وقت کی کمی ہو تو انھیں سال فضیلت ہی دعوت و تبلیغ کے شعبے سے گزارا جائے تاکہ جب یہ ممبر و محراب کے فرائض سنبھالیں تو ان سے کسی انقلاب کی توقع کی جا سکے۔***

قطب الاقطاب، شیخ المشائخ، ابوالفتح، صدر الدین، ولی الاکبر الصادق سید محمد حسینی عرف حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز قدس سرہ (متوفیٰ: 825ھ) کی تہ دار فکر و شخصیت بہت سارے فضائل و کمالات اور نوع بہ نوع اوصاف و خصوصیات کی جامع تھی۔ آپ شریعت و طریقت کے مجمع البحرین تھے۔ علم و حکمت، فضل و کمال، سلوک و عرفان، طریقت و معرفت، ولایت و روحانیت اور زہد و تقویٰ کی ساری خوبیاں ایک مرکز پر سمٹ آئی تھیں، جن کے سبب آپ کی شخصیت فائق الاقران بن گئی تھی۔ آپ کی ذات اپنے اندر بڑی کشش اور وسعت و جامعیت رکھتی ہے۔ آپ جامع العلوم والفنون اور جامع الحیثیات والکمالات تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے اپنے وقت کے اکابر علماء و مصنفین اور عظیم المرتبت مشائخِ طریقت نے آپ کے علم و ولایت اور بلند علمی و روحانی مقام کا کھلے دل سے اظہار و اعتراف کیا ہے۔ غوث العالم حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی علیہ الرحمہ جیسی عظیم المرتبت ہستی جو علم و حکمت کے جبلِ شامخ اور بحر ولایت و روحانیت کے غواص تھے، آپ کی علمی و روحانی عظمتوں کو یوں اجاگر فرماتے ہیں:

در سیر نخستیں کہ بجانب دیار دکن واقع شد ملازمتِ حضرت میر سید محمد گیسو دراز کردیم بہ غایت عالی شان یافتم و تصنیفاتِ بسیار از آں حضرت سر برزدہ .... چوں بشرفِ ملازمت حضرت میر سید محمد گیسو دراز مشرف شدم، آں مقدار حقائق و معارف کہ از خدمتِ وے بہ حصول پیوست اندکے مشائخ دیگر نہ بود۔ سبحان اللہ چہ جذبۂ قوی داشتہ اند۔

یعنی دکن کی پہلی سیر کے دوران ہم میر سید محمد گیسو دراز کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھیں ہم نے عظیم المرتبت اور عظیم الشان بزرگ پایا۔ حضرت کے قلم سے بہت ساری کتابیں وجود میں آئی ہیں۔ جب میں حضرت میر سید محمد گیسو دراز کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان سے ایسے ایسے حقائق و معارف حاصل ہوئے کہ دوسرے مشائخ سے نہ ہوئے۔ سبحان اللہ! وہ کیا قوی جذبہ رکھتے تھے۔ (بزمِ صوفیہ بحوالہ مراۃ الاسرار، ص: 508، ناشر: دار المصنفین، اعظم گڑھ)

ولادت، نام و نسب، تعلیم و تربیت:

حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز علیہ الرحمہ کی ولادت 721 ہجری میں بمقام دہلی ہوئی۔ جس وقت حضرت نظام الدین اولیاء کا وصال ہوا، آپ چار سال کے تھے۔ نسبی لحاظ سے آپ کا تعلق حسینی سادات سے ہے۔ بائیسویں پشت میں جا کر آپ کا سلسلۂ نسب حضور نبی اکرم ﷺ سے مل جاتا ہے۔ "سیرِ محمدی" (جو خواجہ بندہ نواز گیسو دراز علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات اور احوال و آثار پر لکھی گئی سب سے مستند اور قدیم کتاب سمجھی جاتی ہے) میں آپ کا شجرۂ نسب یوں بیان کیا گیا ہے: سید السادات، منبع السعادات، صدر الملۃ والدین، الولی الاکبر الصادق ابوالفتح سید محمد بن یوسف بن علی بن محمد بن یوسف بن حسن بن محمد بن علی بن حمزہ بن داؤد بن زید بن ابوالحسن الجندی بن حسین بن ابی عبد اللہ بن محمد بن عمر بن یحییٰ بن حسین بن زید المظلوم بن علی اصغر زین العابدین بن الحسین السبط الشہید بن فاطمۃ بنت محمد رسول اللہ ﷺ۔ (سیرِ محمدی، ص: 7، مطبوعہ: یونانی دواخانہ پریس، الہ آباد)

چار سال کی عمر میں اپنے والد شیخ یوسف بن علی کے ہمراہ دہلی سے دولت آباد چلے گئے اور وہیں اپنے والد اور دادا سے ابتدائی تعلیم و تربیت پائی۔ 16/سال کی عمر میں اپنی والدہ اور بھائی حسین بن یوسف کے ہمراہ دہلی تشریف لے گئے۔ اس وقت دہلی میں حضرت نظام الدین اولیاء کے خلیفۂ اعظم حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کی ولایت کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ ایک روز حضرت گیسو دراز، خواجہ چراغ دہلوی کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی خواہش ظاہر کی۔

tufailmisbahi@gmail.com

چراغ دہلوی نے ان کی ذہانت و طباعی اور حسنِ گفتار و کردار کی تعریف کے ساتھ باطنی علوم سے قبل ظاہری علوم کی تکمیل کا مشورہ دیا، جسے آپ نے قبول کرتے ہوئے دینی علوم کی تحصیل میں لگ گئے۔ حضرت علامہ سید شرف الدین کیتھلی، حضرت علامہ تاج الدین المقدم اور فقیہِ دوراں حضرت علامہ قاضی عبد المقتدر الکندی علیہم الرحمہ سے خواجہ گیسو دراز نے مروجہ علومِ درسیہ و فنونِ ادبیہ کی تحصیل و تکمیل فرمائی۔ آپ نے سب سے زیادہ علمی استفادہ قاضی عبد المقتدر الکندی سے کیا اور ان سے الشمسیہ، الصحائف، مفتاح العلوم، ہدایہ، اصولِ بزدوی اور تفسیرِ کشاف جیسی اہم کتابیں پڑھ کر علم و فضل میں یگانۂ روزگار ہوگئے۔ ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے باطنی علوم حاصل کر کے "شیخ المشائخ" اور "قطب الاقطاب" کے مقامِ رفیع پر فائز ہوئے۔ نیز اپنے فضل و کمال، علمی تبحر، ذہانت و فطانت اور زہد و تقویٰ کے سبب آپ بہت جلد حضرت چراغ دہلوی کے مقرب اور منظورِ نظر مرید و خلیفہ بن گئے۔ آپ کے پیر و مرشد حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کی وفات 757ھ میں ہوئی۔ اس کے بعد آپ ایک زمانے تک دہلی میں رہے اور اپنے علم و روحانیت سے بندگانِ خدا کو فائدہ پہنچاتے رہے اور 801ھ میں جب کہ امیر تیمور نے دہلی پر حملہ کیا، آپ دہلی سے ہجرت کر کے دکن کی طرف روانہ ہوئے۔ گوالیار، چندیری، بڑودہ اور کھمبات ہوتے ہوئے گجرات گئے اور پھر دولت آباد کے راستے گلبرگہ شریف پہنچے اور اس مقام کو اپنے قدومِ میمنت لزوم سے رشکِ جنت بنا دیا اور اپنی بے مثال دینی، علمی، روحانی، دعوتی اور تصنیفی خدمات سے پورے عہد کو متاثر کیا۔ (تذکرہ علمائے پاکستان و ہند، ص: 295/293، مطبوعہ: تخلیقات، مزنگ روڈ، لاہور)

گلبرگہ آنے اور یہاں مستقل قیام کرنے کے بعد آپ کے وعظ و ارشاد، تعلیم و تبلیغ، تصنیفی خدمات اور علمی مشاغل کے حوالے سے بابائے اردو مولوی عبد الحق لکھتے ہیں:

> شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کے خلیفہ و مرید سید محمد بن سید یوسف الحسنی الدہلوی (وفات: 825ھ) تھے جو "گیسو دراز" کے لقب سے مشہور ہیں۔ یہ اپنے پیر و مرشد کی وفات کے بعد جب 801ھ/1398ء میں گجرات کے رستے مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے دکن روانہ ہوئے تو شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کے بہت سے مرید ان کے ہمراہ ہولیے اور اس قافلہ کے ساتھ سن 815ھ میں حوالی حسن آباد، گلبرگہ میں فائز ہوئے۔ وہ زمانہ فیروز شاہ بہمنی کا تھا۔ بادشاہ کو جب فیروز آباد میں آپ کے آنے کی خبر ہوئی تو تمام ارکان و امرائے دولت اور اپنی اولاد کو ان کے استقبال کے لیے بھیجا۔ بادشاہ کا بھائی احمد خاں خانخاناں جو بعد میں اس کا جانشیں ہوا، خواجہ بندہ نواز کا بہت بڑا معتقد ہوگیا۔ آپ نے اپنی بقیہ زندگی یہیں بسر کی اور سرزمینِ دکن کو اپنی تعلیم و تلقین سے فیض پہنچاتے رہے۔ حضرت، صاحبِ علم و فضل اور صاحبِ تصانیف بھی ہیں۔ آپ کا معمول تھا کہ نمازِ ظہر کے بعد طلبہ اور مریدوں کو حدیث اور تصوف و سلوک کا درس دیا کرتے تھے اور گاہے گاہے درس میں کلام و فقہ کی تعلیم بھی ہوتی تھی۔ جو لوگ عربی و فارسی سے واقف نہ تھے، ان کے سمجھانے کے لیے ہندی (اردو) زبان میں تقریر فرماتے تھے۔ (اردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا کام، ص: 22، مطبوعہ: انجمن ترقی اردو، کراچی، پاکستان)

"گیسو دراز" کی وجہِ تسمیہ:

قطب الاقطاب حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کا اصل نام "سید محمد" ہے، لیکن "بندہ نواز گیسو دراز" سے مشہور ہیں۔ صاحبِ تذکرہ علمائے ہند کے بیان کے مطابق آپ کو "گیسو دراز" اس لیے کہا جاتا ہے کہ ایک دن آپ نے کچھ لوگوں کے ساتھ اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کی پالکی اٹھائی ہوئی تھی، پالکی اٹھاتے وقت آپ کے گیسو (بال) جو قدرے لمبے تھے، پالکی میں پھنس گئے۔ آپ نے شیخ کی تعظیم و ادب اور غلبۂ عشق کی وجہ سے بال کو پالکی سے چھڑانے کی کوشش نہیں کی اور سارا سفر اسی حالت میں طے کیا جب آپ کے پیر و مرشد کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس حسنِ ادب سے بہت خوش ہوئے اور یہ شعر پڑھا:

ہر کہ مریدِ سیدِ گیسو دراز شد
واللہ خلاف نیست آں عشق باز شد

اس کے بعد سے آپ کا لقب "گیسو دراز" پڑ گیا اور عوام و خواص آپ کو اسی نام سے یاد کرنے لگے۔

(تذکرہ علمائے ہند فارسی، ص:82، مطبوعہ: منشی نولکشور، لکھنؤ)

خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کا علمی مقام و مرتبہ:

قطب الاقطاب حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز قدس سرہ جامعِ معقول و منقول، ماہرِ شریعت و طریقت اور بلند علمی مقام رکھنے والے عالم و صوفی تھے۔ آپ کا شمار جلیل القدر اصحابِ طریقت اور مایۂ ناز رجالِ علم و معرفت میں ہوتا ہے۔ باطنی علوم کے ساتھ ظاہری علوم و فنون میں بھی آپ کا پایہ کافی بلند تھا۔ آپ کی علمی جلالت تاریخی مسلمات سے ہے۔ آپ کی گراں قدر تصانیف اور آپ کی نوکِ قلم سے وجود میں آنے والے مختلف علوم و فنون پر مشتمل تقریباً ایک سو کتب و رسائل اس بات کا ثبوت فراہم کرنے کے لیے کافی ہے کہ آپ صرف مسندِ ولایت و روحانیت کے ہی صدر نشیں نہ تھے، بلکہ اپنے وقت کے جلیل القدر عالم و فاضل، بلند پایہ محدث و مفسر، بے مثال فقیہ، بلند پایہ محقق و مفکر اور اعلیٰ درجہ کے مصنف بھی تھے۔ مروجہ دینی و ادبی علوم کے جملہ شعبوں پر آپ کی نظر تھی۔ کسی بھی علمی موضوع پر مجتہدانہ شان اور عالمانہ طمطراق کے ساتھ گفتگو فرماتے تھے۔ آپ کے مجموعۂ ملفوظات "جوامع الکلم" کا مطالعہ کرنے والے قارئین آپ کی علمی جلالت اور عالمانہ شان و شوکت کا اعتراف کرنے پر خود کو مجبور پائیں گے۔ جناب محمد علی خاں مجددی نقشبندی آپ کی علمی جلالت، علوم و فنون میں مہارت و حذاقت، اجتہادی فکر و بصیرت اور آپ کے عالمانہ جاہ و جلال پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے وہ جلیل القدر عارف اور ولی کامل تھے کہ ان کی عظمت و جلالت کا اندازہ کرنا دشوار ہے۔ آپ جامعِ کمالاتِ ظاہری و باطنی تھے۔ علومِ ظاہری میں نہایت اونچا درجہ رکھتے تھے۔ چشتیہ طریقہ کے بزرگوں میں حضرت خواجہ حسن بصری سے حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی تک کسی نے تصنیف و تالیف کی طرف توجہ نہیں فرمائی، حالاں کہ ان میں سے ہر بزرگ اپنے وقت کے محقق اور درجۂ اجتہاد کے مالک تھے۔ لیکن حضرت خواجہ گیسو دراز نے بڑی اور چھوٹی تقریباً ایک سو پانچ (105) کتابیں تصنیف فرمائیں۔ آپ اپنے عہد کے ایک عظیم ترین قطبِ کامل اور عارف و واصل ہوئے ہیں۔ آپ شریعت و طریقت کے جامع اور حقیقتِ حق و اسرارِ حقیقت کے محرمِ راز تھے۔ آپ یکتائے روزگار تھے اور ایک ایسا مقام رکھتے تھے جس کی نظیر اولیائے کرام میں بہت کمیاب ہے۔ آپ علوم و فنون میں ایک کامل و اکمل محقق زمانہ تھے۔ تمام علومِ مشرقی، ادبِ عربی و فارسی، علومِ دینی، تفسیر و حدیث، فقہ و اصولِ فقہ، کلام و بلاغت و معانی و علومِ عقائد و علومِ حکمت میں آپ ایک امامِ وقت اور مجتہدِ عصر کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کا فیضانِ علمی ہر وقت جاری رہتا تھا اور ہمیشہ درس و تدریس کے ذریعہ تحقیقاتِ علمیہ کا انکشاف ہوتا رہتا تھا۔ آپ علوم و فنون میں درجۂ کمال رکھنے کی وجہ سے اکثر مشائخ چشت بلکہ اپنے زمانے کے تمام کاملین میں ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔ آپ نے علومِ حقائق اور علومِ اسرارِ باطن میں وہ موشگافیاں کی ہیں کہ آج منتہی اور صفِ اول کے علما ان کو سمجھ ہی لیں تو وہ بہت کامیاب عالم کہلائیں گے۔ آپ کے سامنے تمام علوم صف بستہ کھڑے رہتے تھے اور جس علم و فن پر آپ اظہارِ خیال فرماتے تھے، یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا اسی علم کے خاص ماہر ہیں۔ علومِ حکمت اور علومِ فلسفہ میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔

(سوانح حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز، ص: 22/23، مطبوعہ: کمرشیل بک ڈپو، حیدر آباد)

خواجہ بندہ نواز کی قلمی و تصنیفی خدمات:

خواجہ بندہ نواز گیسو دراز علیہ الرحمہ کو اولیائے چشت اہلِ بہشت میں یہ امتیاز و انفراد بھی حاصل ہے کہ آپ کثیر التصانیف عالم و صوفی گذرے ہیں۔ آپ نے مختلف موضوعات پر ایک سو سے زیادہ کتابیں تحریر فرمائی ہیں۔ سلطان المحققین، مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری، غوث العالم، محبوبِ حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی اور قطب الاقطاب حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز علیہم الرحمۃ والرضوان کا زمانہ قریب قریب ایک ہے اور یہ تینوں بزرگ کثیر التصانیف ہوئے ہیں۔ خواجہ بندہ نواز علیہ الرحمہ کی پوری زندگی درس و تدریس، تعلیم و تلقین، دعوت و تبلیغ، تصنیف و تالیف اور بندگانِ خدا کی ہدایت و اصلاح میں بسر ہوئی۔ آپ نے بیک وقت تقریر و تحریر دونوں مورچوں کو سنبھالا اور اسلام کی ترویج و اشاعت کے حوالے سے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ آپ نے

تصنیفی میدان میں جو گراں قدر نقوش چھوڑے ہیں، ان کی تجلیوں سے ایوانِ شریعت وطریقت میں آج بھی اجالا پھیلا ہوا ہے۔ "تاریخ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان و ہند" کے مقالہ نگار ڈاکٹر احسان الٰہی رانا مستند کتبِ تذکرہ و سوانح کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

برِ صغیر پاک و ہند میں اشاعتِ اسلام اور روحانی ہدایت کے ساتھ ساتھ عربی زبان اور اسلامی علم کی شاندار خدمات انجام دینے والے متشرع صوفیوں میں سید محمد بن یوسف بن علی دہلوی ثم گلبرگوی عرف سید بندہ نواز گیسو دراز کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا............ تصوف اور تبلیغ کے ساتھ ایک سو پچیس (125) کتابیں تصنیف کرنا، یقیناً ایک غیر معمولی کارنامہ ہے اور خصوصاً اس دور میں جب کہ صوفیائے کرام کے لیے عبادت و ریاضت، اوراد و وظائف اور غیر مسلموں میں تبلیغ اسلام کے علاوہ کسی دوسرے کام کے لیے وقت نکالنا، ایک مشکل کام تھا۔ (علمائے پاکستان و ہند، ص: 293، مطبوعہ: تخلیقات، مزنگ روڈ، لاہور)

"صاحبِ سیرِ محمدی" اور "مصنفِ بزمِ صوفیہ" کے بیان کے مطابق آپ کے تحریر کردہ کتب و رسائل کے نام یہ ہیں:

(1) ملتقط: یہ قرآن کریم کی صوفیانہ تفسیر ہے۔ اس میں صوفیانہ و عارفانہ رنگ میں قرآنی آیات کی توضیح و تشریح بیان کی گئی ہے

(2) تفسیرِ کلام پاک: یہ تفسیرِ کشاف کی طرز پر صرف پانچ پاروں کی تفسیر ہے۔

(3) حواشیِ تفسیرِ کشاف: یہ جار اللہ زمخشری کی بلند پایہ تصنیف "تفسیرِ کشاف" پر گراں قدر حواشی ہے، جو بیش قدر علمی و تفسیری مباحث پر مشتمل ہے۔

(4) شرحِ مشارق الانوار: حدیث کی مشہور کتاب "مشارق الانوار" کی عالمانہ و محققانہ توضیح و تشریح۔

(5) ترجمۂ مشارق الانوار: یہ مشارق الانوار کا فارسی ترجمہ ہے۔

(6) معارف: حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ کی مشہور آفاق کتاب "عوارف المعارف" کی عربی شرح۔

(7) ترجمۂ عوارف: یہ عوارف المعارف کی فارسی شرح ہے، لیکن "ترجمۂ عوارف" سے مشہور ہے۔

(8) شرحِ تعرف: حضرت شیخ ابو بکر محمد بن ابراہیم بخاری نے "تعرف" کے نام سے تصوف کی ایک معرکۃ الآراء کتاب لکھی ہے۔ یہ اسی کی شرح ہے۔

(9) شرح آداب المریدین عربی: حضرت شیخ ضیاء الدین ابو النجیب عبد القادر سہروردی علیہ الرحمہ کی مشہور اور بلند تصنیف "آداب المریدین" کی فاضلانہ عربی شرح۔

نوٹ: سلطان المحققین، مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری علیہ الرحمہ نے بھی شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی کی مذکورہ کتاب "آداب المریدین" کی گراں قدر شرح فارسی زبان میں "شرحِ آداب المریدین" کے نام سے لکھی ہے اور راقم الحروف کے مطالعے میں آچکی ہے۔ الحمد للہ!

(10) شرحِ آداب المریدین (فارسی): یہ حضرت بندہ نواز گیسو دراز علیہا الرحمہ کی تحریر کردہ "آداب المریدین" کی فارسی شرح ہے، جس کو مولانا سید حافظ عطا حسین مرحوم نے ایڈٹ کر کے حیدر آباد سے شائع کیا ہے۔

(11) شرحِ فصوص الحکم: یہ کتاب حضرت شیخ محی الدین بن عربی علیہ الرحمہ کی مشہور زمانہ تصنیف "فصوص الحکم" کی شرح ہے اور اپنے موضوع پر ایک شہکار تصنیف مانی جاتی ہے۔

(12) شرحِ تمہیدات عین القضاۃ ہمدانی: یہ کتاب حضرت ابو المعانی عبد اللہ المعروف بہ عین القضاۃ ہمدانی کی مشہور صوفیانہ تصنیف "تمہیدات" کی محققانہ توضیح و تشریح پر مشتمل ہے۔

(13) ترجمہ رسالۂ قشیریہ: امام التصوف حضرت شیخ ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن القشیری کے "رسالۂ قشیریہ" کا فارسی ترجمہ۔

(14) حظائر القدس: اس کتاب کو "عشق نامہ" بھی کہتے ہیں۔ اس کا ایک قدیم نسخہ بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانے میں موجود ہے۔

(15) رسالہ استقامۃ الشریعت بطریقۃ الحقیقت: اس میں شریعت، طریقت اور حقیقت کے دقیق علمی مباحث بیان کیے ہیں۔ انڈیا آفس کے فارسی مخطوطات کی فہرست میں اس کتاب کا ذکر ہے۔

(16) ترجمہ رسالہ شیخ محی الدین بن عربی:

(17) رسالہ سیر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

(18) شرحِ فقہِ اکبر (عربی و فارسی): یہ علمِ توحید و

کلام کے موضوع پر امام الائمہ، سراج الامۃ، حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی کتاب "فقہ اکبر" کی شرح ہے۔

(19) حواشی قوتُ القلوب: حضرت امام طالب بن محمد بن ابی الحسن بن علی کی مشہور کتاب "قوت القلوب" پر مفید اور گراں قدر حواشی۔

(20) اسماء الاسرار: اس کتاب کو جناب مولانا سید عطا حسین مرحوم نے حیدر آباد سے شائع کیا ہے۔ یہ اپنے موضوع پر ایک لاجواب تصنیف ہے۔ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز علیہ الرحمہ خود اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: " میری کتاب اسماء الاسرار میں باطل کو نہ آگے سے آنے کا موقع ہے اور نہ پیچھے سے۔ کوئی اس سے اختلاف نہیں کر سکتا۔ کیوں کہ اس میں توحید کی تجرید اور تفرید کے افراد کے سوا کچھ نہیں"۔

مولانا سید عطا حسین صاحب مرحوم، جو اس کتاب کے مرتب و محقق ہیں، لکھتے ہیں :

اس کتاب کے متعلق بعض بزرگوں کا خیال بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے کہ فن تصوف و سلوک و معارف میں ہندوستان میں اس سے بہتر اور اعلیٰ تر کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔ یہ کتاب مبتدی، متوسط اور منتہی سب کے لیے مفید ہے۔ اس میں ذکر ہے، شغل ہے، مراقبہ ہے، مراتبِ سلوک کا بیان ہے۔ عشق ہے، توحید ہے، حقائق و معارف ہیں۔ غرض کہ سب کچھ ہے۔

(21) حدائق الانس: اس میں حقیقت و معرفت کے کچھ رموز و اسرار بیان کیے گئے ہیں۔

علاوہ ازیں آپ کے حسبِ ذیل کتب و رسائل ہیں، جن کے موضوعات ان کے نام سے ظاہر ہیں :

(22) ضرب الامثال (23) شرحِ قصیدۂ امالی

(24) شرحِ عقیدۂ حافظیہ (25) عقیدۂ چند ورق

(26) رسالہ در بیانِ آدابِ سلوک

(27) رسالہ در بیانِ اشاراتِ محبان

(28) رسالہ در بیانِ ذکر

(29) رسالہ در بیانِ "رأیت ربی فی احسنِ صورۃ"

(30) رسالہ در بیانِ معرفت

(31) رسالہ در بیانِ بود و ہست و باشد۔

"سیر محمدی" کے مؤلف نے ان خلافت ناموں کو بھی آپ کی تصانیف میں شمار کرایا ہے، جو حضرت بندہ نواز گیسو دراز علیہ الرحمہ نے اپنے خلفا کو لکھ کر دیے تھے۔ ان تحریری خلافت ناموں کی تعداد چار ہے۔ بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے فارسی مخطوطات کے مطابق حضرت گیسو دراز کے مزید کچھ رسائل کے نام یہ ہیں : رسالہ در تصوف، شرحِ بیت امیر خسرو دہلوی، رسالہ اذکار خانوادۂ چشتیہ، وجود العاشقین۔ بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے فارسی مخطوطات میں آپ کی ایک تصنیف "خاتمہ" کا بھی ذکر ہے۔ یہ بظاہر تو شرح آداب المریدین کا تکملہ یا ضمیمہ ہے، لیکن بجائے خود ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس رسالے میں آپ نے اپنے زمانہ کے حالات کے مطابق ایک سالک کے لیے عبادات و معاملات کا لائحۂ عمل پیش کیا ہے، جو آج بھی ذوق و شوق کے ساتھ پڑھی جا سکتی ہے۔ (بزمِ صوفیہ، ص:509 تا512، مطبوعہ: دار المصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ)

بابائے اردو مولوی عبد الحق نے اپنی کتاب "اردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا کام" میں "معراج العاشقین" کا نمونۂ نثر پیش کرنے کے بعد آخر میں ص: 24/23 پر لکھا ہے کہ "علاوہ اس رسالے کے میرے پاس آپ کے اور متعدد رسالے اس زبان (دکنی / قدیم اردو) میں ہیں۔ تلاوت الوجود، در الاسرار، شکار نامہ، تمثیل نامہ، ہشت مسائل وغیرہ۔ اگرچہ زبان ان کی قدیم ہے۔ لیکن یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ انہیں کی تصنیف ہیں یا ان سے منسوب ہیں"۔

ماہنامہ "شہباز" گلبرگہ میں شائع سید مبارز الدین رفعت کے تحقیقی مضمون سے ظاہر ہوتا ہے کہ خواجہ بندہ نواز گیسو دراز نے "معراج العاشقین" کے علاوہ مزید چھ کتابیں اردو زبان میں تحریر فرمائی ہیں، جو حسبِ ذیل ہیں :

(1) شکار نامہ (2) رسالہ سہ بارہ (3) ہدایت نامہ (4) تلاوت الوجود (5) ہشت مسائل (6) تمثیل نامہ۔

(ماہنامہ شہباز، گلبرگہ شریف، جنوری و فروری 1962، ص:10)

مولانا حافظ سید عطا حسین صاحب کی تحقیق و تصحیح کے ساتھ حضرت خواجہ بندہ نواز کے گیارہ فارسی کتب و رسائل کا جو مجموعہ "مجموعۂ یازدہ رسائل" کے نام سے انتظامی پریس، حیدر آباد، دکن سے شائع ہوا ہے، اس میں مندرجہ ذیل کتب و رسائل موجود ہیں :

(1) تفسیر سورہ فاتحہ شریف (2) استقامت الشریعت

بطریق الحقیقت (3) رسالہ در مسئلۂ رویتِ باری تعالیٰ وکراماتِ اولیا (4) حدائق الانس (5) رسالہ توحیدِ خواص (6) رسالہ منظوم در اذکار (7) رسالہ مراقبہ (8) رسالہ اذکارِ چشتیہ (9) شرح بیت حضرت امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (10) برھان العاشقین معروف بہ قصہ چہار برادر و مشہور بہ "شکارنامہ" (11) وجودالعاشقین۔
"برھان العاشقین" معروف بہ قصہ چہار برادر و مشہور بہ "شکارنامہ"۔ یہ محض ایک صفحہ کا مختصر مضمون ہے، جس میں خواجہ بندہ نواز نے حقیقتِ انسانی کا ابتدائے آفرینش سے انتہائے کار دنیاوی (موت) تک کا خاکہ بے حد لطیف اور اچھوتے پیرائے میں کھینچا ہے۔ صوفیا حضرات میں آپ کا یہ مختصر رسالہ اس قدر مقبول ہوا کہ متعدّد اکابرِ طریقت نے اس کی مختصر اور مطول شرحیں لکھی ہیں۔ اس کے شارحین میں میر سید عبدالواحد بلگرامی، میر سید محمد کالپوی اور شاہ رفیع الدین محدث دہلوی جیسے اکابرین شامل ہیں، جس سے رسالے کی اہمیت وافادیت ظاہر ہوتی ہے۔

مکتوبات وملفوظات :

مذکورہ کتب و رسائل کے علاوہ خواجہ بندہ نواز کے چھیاسٹھ مکتوبات (66) پر مشتمل ایک مجموعہ بھی ہے، جسے آپ کے خلیفہ شیخ ابو الفتح علاء الدین نے مرتب کیا ہے۔ جناب سید عطا حسین صاحب کے بقول: اس مجموعہ میں حضرت خواجہ بندہ نواز کے چھیاسٹھ (66) مکتوبات ہیں۔ ان میں ایک مکتوب (مکتوب نمبر: 39) سلطان فیروز بہمنی بادشاہ گلبرگہ کے نام اور ایک مکتوب (مکتوب نمبر: 66) حضرت مسعود بک چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے نام ہے۔ بقیہ سب مکاتیب مریدوں اور خلفا کو لکھے گئے ہیں۔ (مقدمہ مکتوبات خواجہ بندہ نواز گیسودراز، ص:2، مطبوعہ: آفرین برقی پریس، حیدر آباد، سنِ اشاعت: 1362 ہجری)

نمونے کے طور پر حضرت خواجہ بندہ نواز کا صرف ایک مکتوب یہاں نقل کیا جاتا ہے، جسے آپ نے سلطان فیروز بہمنی بادشاہ گلبرگہ کو ارسال فرمایا تھا۔

مکتوب سی ونہم (مکتوب نمبر:39):

"بجانب سلطان فیروز شاہ گلبرگہ"

اللھم پادشاہ ما را و شاہزدگان ما را در حفظ و عصمت خود دار و ملکت و مکنت و دستگہ پادشاہ را بقدر ہمت و وسعت دلرا بخش آں بلند ہمت ما را ہر جا کہ خصمے دشمنے است پست باد ار جو بل اتیقن کہ تقدیر ازلی موافقِ دعائے ماست۔ الحمد للہ علی ذالک والسلام۔ (مکتوبات خواجہ بندہ نواز گیسو دراز فارسی، ص: 86، مطبوعہ: آفرین برقی پریس، حیدر آباد، سنِ آشاعت: 1362ھ)

تذکرہ و سوانح کی کتابوں میں آپ کے گراں قدر ملفوظات کے چار مجموعوں کا ذکر ملتا ہے، جن میں "جوامع الکلم" کو غیر معمولی شہرت حاصل ہے۔ آپ کی عبقری شخصیت، تہ دار فکر و فن، اور مختلف علوم و فنون میں آپ کی اجتہادی بصیرت کو سمجھنے کے لیے یہی ایک کتاب کافی ہے۔ کیوں کہ اس میں علوم و معارف کا خزانہ پوشیدہ ہے۔ آپ کی نورانی و عرفانی محفل میں جس موضوع پر بھی گفتگو ہوئی ہے اور مریدین و مسترشدین نے جس قسم کے سوالات کیے ہیں، آپ نے ان کے مدلل اور تحقیقی جوابات دیے ہیں۔ قرآن، حدیث، فقہ و تفسیر اور فلسفہ وکلام کے سینکڑوں اہم اور ادق مسائل و مباحث نے اس کتاب کو اسم بامسمیٰ بنا دیا ہے۔ شائقینِ تصوف و سلوک کے لیے یہ مجموعۂ ملفوظات کسی نعمتِ مترقبہ سے کم نہیں ہے۔ آپ کے علمی آثار میں اس کتاب کو غیر معمولی مقام حاصل ہے۔

خواجہ بندہ نواز کی شاعرانہ حیثیت :

حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کی فکر و شخصیت بڑی تہ دار تھی۔ آپ عالم، فاضل، محدث، مفسر، فقیہ و مفتی، صوفی، ولیِ کامل، صوفیِ مرتاض، محقق، ادیب، مصنف، نثر نگار اور شاعر سب کچھ تھے۔ آپ کے علمی و ادبی آثار کا ایک نمایاں پہلو اور قابلِ ذکر حصہ آپ کے فارسی و دکنی کلام بھی ہیں۔ اس لیے اس جہت (شاعرانہ حیثیت) سے گفتگو بھی ضروری معلوم ہوتی ہے۔ ایک سو سے زائد نثری کتب کے مصنف ہونے کے علاوہ آپ فارسی کے ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ آپ کو اردو کے پہلے مصنف اور پہلے نثر نگار ہونے کے علاوہ دکن کے پہلے شاعر ہونے کا بھی شرف و اعزاز حاصل ہے۔ مشہور محقق اور ماہرِ دکنیات نصیر الدین ہاشمی نے اپنی تحقیقی کتاب "دکن میں اردو" میں حضرت خواجہ بندہ نواز کو دکن کا پہلا شاعر تسلیم کیا ہے اور لکھا ہے کہ موجودہ تحقیقات کے لحاظ سے خواجہ بندہ نواز سید محمد حسینی گیسو دراز علیہ الرحمہ متوفیٰ: 825ھ دکن کے پہلے شاعر قرار پاتے ہیں۔ (دکن میں اردو، ص: 42، مطبوعہ: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، دہلی)

جاری

رضا شناسی

فاضل بریلوی اور ملک شام

علامہ سہیل احمد سیالوی

ملک شام یہ وہ مقدس سرزمین ہے جس کے بارے میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے شام پر سایہ کناں رہتے ہیں۔ دوسرے مقام پر فرمایا کہ جب تک شام میں خیر رہے گی پوری دنیا میں خیر رہے گی اور جب یہاں شر آئے گا، پوری دنیا اس کی لپیٹ میں آجائے گی۔ یہ مقدس سرزمین انبیا وصالحین کے مزارات اور مشاہد سے بھری ہوئی ہے۔ ایک ہزار سال سے زیادہ پرانے، جامع مسجد اموی کے قدیم در ودیوار اور اس کے اندر حضرت یحییٰ علیہ السلام کا مزار مقدس، محب محبوب رب العالمین، کشتۂ عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سید الاولیا، شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن العربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام العلما حضرت سیدنا عبد الغنی نابلسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فقہ شافعی کے مجدد، حضرت سیدنا امام نووی رضی اللہ عنہ، صاحب در مختار، امام علاء الدین حصکفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، علامہ ابن عابدین شامی رضی اللہ عنہ اور دیگر درجنوں اکابر عظما وصلحا کے مزارات سرزمین شام کے ماتھے کا وہ جھومر ہیں جو اسے دیگر بلاد و اوطان سے ممتاز کرتے ہیں۔

شام کے علما میں تواضع، انکساری، علم کی تڑپ، تحقیق وجستجو کا ذوق قابلِ تقلید حد تک موجود ہے۔ طلبہ میں خوش اخلاقی اور حصولِ دین کا جذبہ ہمارے مدارس کے طلبہ کی بہ نسبت بہت زیادہ ہے۔ مدارس میں حکومت کا معین کردہ نصاب پڑھایا جاتا ہے، علما حکومتی نظام تعلیم میں پوری طرح شامل ہیں لیکن حکومتی نصاب تعلیم کو علما دینی ضروریات کے اعتبار سے کافی خیال نہیں کرتے، اور طلبہ کو اس بات کی ترغیب دیتے ہیں کہ وہ ان کے پاس الگ پڑھیں، یوں مساجد میں اور شیوخ کی بیٹھکوں میں علمی محفلیں آباد ہیں۔ کہیں صحیح بخاری اور سنن ترمذی کا درس ہو رہا ہے تو کہیں ہدایہ اور در مختار پڑھائی جا رہی ہیں۔ کہیں میراث اور کہیں علم کلام کی بحثیں گرم ہیں۔ یہ سارا کام علما بغیر کسی معاوضے اور فیس کے کر رہے ہیں۔ طلبہ میں اساتذہ کے ادب واحترام کی جو کیفیت شام میں دیکھنے کو ملی وہ ہمارے یہاں مفقود ہو چلی ہے۔

ہندوستان کے علما کا علوم عقلیہ کے اعتبار سے تفوق بلادِ شام میں ہر دور میں مسلم رہا ہے۔ اب بھی شام کے علما، منطق وفلسفہ وغیرہ علومِ عقلیہ میں بہت کم دست رس رکھتے ہیں اور ان فنون میں علمائے پاک وہند کی برتری تسلیم کرتے ہیں۔ تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ علوم ان علما کی توجہ کا خاص مرکز ہیں۔ ایک خاص علم جس کی طرف وہاں کے علما وطلبہ کو راقم نے خاص طور پر منعطف دیکھا وہ علم کلام ہے۔

عقائد کے مختلف منظوم متون وہاں نہ صرف پڑھائے جا رہے ہیں بلکہ بعض طلبہ انہیں از بر بھی کرتے ہیں۔ حمص کے ایک نوجوان عالم دین جن سے دو تین دفعہ شرف ملاقات ملا، اس فن سے خصوصی شغف رکھتے تھے، انہوں نے خود اس فن میں ایک منظومہ تحریر کیا ہے، جو ابھی تک طبع نہیں ہوا۔ میری گزارش پر انہوں نے اس کے دس سے زائد اشعار سنائے جن میں اعلیٰ درجے کی لطافت، سلاست اور معنویت تھی۔ میں نے جب اس موضوع پر انہیں چھیڑا تو انہوں نے علم کلام پر لکھے گئے ایک درجن سے زائد منظومات اور ان کے مصنفین کے اسمائے گرامی مجھے یوں سنائے جیسے یہ سب اچھی طرح ان کی نظر سے گزر چکے ہیں۔ فرقۂ مجسمیہ کے رد میں ان لوگوں کی تحقیق بہت عمدہ ہے۔

شام میں آکر اہل سنت کے جن علما کو یہاں کے علمی طبقہ میں متعارف پایا ان سب میں قدرِ مشترک ان کا تحریری کام ہے، لہٰذا میں یہ بات کہنا چاہوں گا کہ بلا شک وشبہ تدریس اور تقریر کے شعبے اہم ترین حیثیت کے حامل ہیں، تاہم بین الاقوامی سطح پر اہل سنت و جماعت کے نظریات کی ترویج کے لیے تحریری کام اور وہ بھی عربی میں بے حد ضروری ہے۔ شام میں جن علما سے بکثرت علما وطلبہ کو متعارف پایا ان میں سے نمایاں ترین اشخاص تین ہیں ممکن ہے وقت کی قلت کی وجہ سے میرے مشاہدہ میں وسعت نہ آسکی ہو۔

فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہ: فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہ کے حسن نیت اور اخلاص وللّٰہیت کی برکت ہے کہ رب ذوالجلال نے

استاذ فقہ وعربی ادب، جامعہ رضویہ احسن القرآن، دینہ، گجرات (پاکستان)

ان کے معطر ذکر کی خوشبو پوری دنیا میں بکھیر دی ہے۔ شاید ہی دنیا کا کوئی ایسا ملک ہو جس میں فاضل بریلوی کا نام اور ان کا کام نہ پہنچا ہو، درجنوں اسکالرز ان کی انوکھی تحقیقات پر ایم فل اور ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں، شام کی صورتِ حال بھی کچھ ایسی ہی ہے یہاں آکر جس انصاف پسند عالم دین یا طالب علم دین سے سوال کیا{هل تعرف الشيخ احمد رضا الهندي ؟}(کیا آپ شیخ احمد رضا ہندی سے متعارف ہیں؟) تو اس نے اثبات میں جواب بھی دیا اور آپ کے بارے میں توصیفی کلمات بھی کہے۔ اس میں بلاشک وشبہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا اور ان دیگر مخلص اداروں اور افراد کی کاوشوں کا دخل بھی ہے جو مشن اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کے لیے دن رات سرگرم عمل ہیں۔

فاضل بریلوی کی عربی تصانیف کی مقبولیت: شام میں کسی کتاب کی طباعت آسان کام نہیں ہے اس کے لیے بہت سے قانونی اور حکومتی مراحل سے گزرنا پڑتا ہے، اور او قاف کی اجازت کے بغیر کوئی کتاب طباعت کے مراحل سے نہیں گزر سکتی اس لیے فاضل بریلوی کی کتب ابھی تک یہاں سے چھپ تو نہیں سکیں تاہم اکثر علما کے پاس اعلیٰ حضرت کے عربی یا معرب رسائل فوٹوسٹیٹ کی شکل میں موجود ہیں۔ شام میں فوٹوسٹیٹ کا معیار اتنا اچھا ہے کہ پاکستان کی پریس کی معمولی کی پرنٹنگ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ آپ فوٹوسٹیٹ والے کو کتاب دیں وہ بہترین فوٹو کاپی کر کے جلد بنا کر آپ کو دے دے گا۔ دوسرے ملکوں کی کتابیں جن کی مانگ زیادہ ہوتی ہے یہاں کے تاجران کتب ان کی کئی کئی سو فوٹو کاپیاں بنوا کر رکھ لیتے ہیں اس طرح طباعت کے بغیر شائقین علم کی پیاس بجھتی رہتی ہے۔ دمشق میں کتابوں کی تجارت کا بڑا مرکز ”الحلبونی“ ہے۔ کراچی کے مولانا عمران قادری مجھے وہاں لے گئے۔ وہاں ایک بہت بڑا مکتبہ ”دار البیروتی“ ہے اس میں ایک زاویہ اعلیٰ حضرت کی کتب کے لیے خاص ہے۔ مکتبہ کے سیلز مین نے بتایا کہ ہم شیخ احمد رضا کی کتابیں کئی کئی سو کی تعداد میں فوٹو اسٹیٹ کر کے رکھتے ہیں لیکن قلیل عرصے میں وہ شائقین علم کی لائبریریوں کی زینت بن جاتی ہیں۔ اور شیلف خالی ہو جاتے ہیں۔

شام کے اسکالرز اور محققین کی نگاہ میں فاضل بریلوی کی قدر و منزلت: جامعات کے اساتذہ اعلیٰ حضرت کی تحقیقات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور کسی مسئلے پر ریسرچ کرتے ہوئے اس بات کی تلاش میں رہتے ہیں کہ اس موضوع پر شیخ احمد رضا خان کی کوئی کتاب ملے۔ کچھ عرصہ پہلے وہاں کے بعض علما کو قادیانیت کے خلاف مواد کی طلب ہوئی تو انہوں نے وہاں موجود پاکستانی طلبہ سے پوچھا کہ اس موضوع پر شیخ کا کیا کام ہے؟ مولانا عامر اخلاق صدیقی، مولانا محمد عمران قادری اور مولانا فرقان وغیرہ علما نے انہیں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کی شائع شدہ {محمد خاتم النبیین} اور {القادیانیۃ} کتابیں پیش کیں جو اعلیٰ حضرت کے اس موضوع پر لکھے گئے رسائل کی تعریب ہیں۔

بعض علما جو روحانیت سے بہرہ ور ہیں اور تصوف سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں ان کے نزدیک اعلیٰ حضرت کا تصور ایک عالم دین سے بڑھ کر ایک مرشد روحانی اور منبع فیوض الٰہی کا ہے۔ مولانا عمران قادری نے راقم کو بتایا کہ ایک دفعہ میرے ایک شامی استاذ نے مجھے فرمایا کہ فتاویٰ رضویہ کی تمام جلدیں مجھے دو، میں اپنے لیے فوٹوسٹیٹ کروانا چاہتا ہوں، میں نے عرض کیا کہ وہ تو اردو میں ہے آپ اس کو کس طرح پڑھ سکیں گے؟ اس پر شیخ نے فرمایا کہ میں اسے بطور تبرک گھر میں رکھنا چاہتا ہوں۔ جو بعض مباحث عربی میں ہیں انہیں ہی پڑھ لیا کروں گا۔

کچھ عرصہ قبل شام کے ایک ادارے نے علما کی ایک کمیٹی تشکیل دی جو ”حاشية الامام ابن عابدين الشامی علی الدر المختار“ کو از سر نو مدون کرے گی، اور اس پر اب تک پوری دنیا میں جو کام ہوا ہے اس کو ترتیب دے گی۔ اس میں فاضل بریلوی کا جلیل القدر حاشیہ {جد الممتار} بھی شامل کیا گیا ہے۔ اور آپ کے تفصیلی سوانح بھی شامل اشاعت ہوں گے۔

شام میں کتب اعلیٰ حضرت کی ترسیل میں ”برکاتی فاؤنڈیشن“ کے اراکین نے بھی عظیم خدمات سرانجام دی ہیں، مولانا عمران قادری کے بقول مذکورہ فاؤنڈیشن نے لاکھوں کی کتابیں یہاں مفت تقسیم کی ہیں اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ عرب ممالک میں شام وہ ملک ہے جہاں کم و بیش تیس ممالک کے طلبا تعلیم حاصل کرنے کے لیے آتے ہیں۔ اس لیے یہاں کتب اعلیٰ حضرت کی ترویج گویا ان تیس ممالک کے طلبہ و علما کو افکار اعلیٰ حضرت سے روشناس کرائے گی۔

دمشق کے قابل ذکر دینی تعلیمی اداروں میں سے ایک ”معہد الفتح الاسلامی“ ہے۔ اس کی بنیاد شام کے عظیم محقق، عالم ربانی شیخ صالح فرفور نے رکھی تھی اب ان کے بیٹے اس ادارے کو چلا رہے ہیں، ان میں سے شیخ شہاب الدین فرفور اور شیخ ولی الدین فرفور بارہا پاکستان آچکے ہیں اور افکار و تعلیمات اعلیٰ حضرت سے اچھی طرح روشناس

ہیں۔ شیخ شہاب الدین فرفور امام احمد رضا کانفرنس میں بھی شرکت کر چکے ہیں اسی طرح مفتی دمشق فضیلۃ الشیخ الدکتور عبد الفتاح البزم اور معبد الفتح الاسلامی کے استاذ، درویش صفت عالم شیخ عدنان درویش حفظہ اللہ تعالیٰ بھی ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کی دعوت پر سالانہ کانفرنس میں تشریف لاچکے ہیں، ان سے تقریباً ہر روز ملاقات ہوتی رہی۔ انتہائی ملنسار، شفیق اور مہمان نواز ہیں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی شخصیت سے خصوصی شغف رکھتے ہیں۔

ان حضرات گرامی کے مقالات معارف رضا (عربی) سالنامہ میں شائع ہو چکے ہیں۔

تصانیف فاضلِ بریلوی کی درس و تدریس:

کسی عالم کی نظر میں کسی کتاب کی پسندیدگی کی انتہا یہ ہے کہ وہ اس کتاب کو شاملِ نصاب کرے اور اس کو باقاعدہ طور پر شامل درس کرے۔ الحمدللہ فاضل بریلوی کی عربی تصانیف کو عرب کے علما کے ہاں اتنی پذیرائی ملی ہے کہ شام کے علمانے انہیں شامل درس کیا ہے۔ چنانچہ شام کے مقتدر عالم دین، فضیلۃ الشیخ عبد الہادی الخرسا حفظہ اللہ تعالیٰ نے {الدولة المكية بالمادة الغيبية} اور {المعتقد المنتقد} سبقاً سبقاً طلبہ کو پڑھائیں اور درجنوں طلبہ نے ان کتب میں پھیلے ہوئے "معارف رضا" کو سمیٹا۔ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

فاضل بریلوی کی تصانیف پر علمائے شام کی تقاریظ:

جوں جوں فاضل بریلوی کی تصانیف عالیہ شام پہنچ رہی ہیں علمائے متقین اور اسکالرز کے ان سے استفادہ کا دائرہ وسیع تر ہورہا ہے۔ ان میں سے بہت سے علما ایسے ہیں کہ انہوں نے جب اعلیٰ حضرت کی تصانیف پڑھیں تو تقریظ کی صورت میں اعلیٰ حضرت کی بارگاہ علم میں خراج عقیدت پیش کیا۔ شیخ عبد الہادی الخرسا حفظہ اللہ تعالیٰ جن کا ابھی ذکر گزرا انہوں نے اعلیٰ حضرت کے رسالہ مبارکہ "شمول الاسلام" پر جو ایمان ابوین مصطفی صلی اللہ علیہ وعلیہما وبارک وسلم کے موضوع پر ہے، تقریظ لکھی اور اس کی تحقیق و تخریج بھی کی۔ شام کے عالم دین شیخ سلیمان حفظہ اللہ تعالیٰ نے "الفضل الموہبی" کے دو تہائی حصے کی تحقیق و تخریج کی، اس پر تقریظ بھی لکھی اور اس کی طباعت کا اہتمام بھی فرمایا، شام میں مقیم پاکستانی طلبا نے کویت کے عالم دین دکتور احمد حجی الکردی سے {جد الممتار} پر لکھی جانے والی ان کی تقریظ بھی حاصل کی ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے علما تحریری صورت میں اعلیٰ حضرت کی تحقیقات کو سلام عقیدت پیش کر رہے ہیں۔

علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری نور اللہ مرقدہ:

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے بعد علمائے پاک و ہند (اہل سنت) میں سے جس شخصیت کا ادب واحترام اور علمی رعب ووقار شام کے علما وطلبہ کے دلوں میں جاگزیں پایا وہ شرف ملت کی ذات گرامی ہے۔ آپ نے جس خلوص وللّٰہیت کے ساتھ خدمت دین اور مسلک حقہ مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کا فریضہ سرانجام دیا اس پر آپ کی یہ خداداد مقبولیت ایک شاہد ناطق ہے۔ آپ کے وہاں متعارف ہونے کی ایک بڑی وجہ آپ کی لازوال تحریر {من عقائد اهل السنة} ہے۔ وہاں کے علمانے نہ صرف اسے شرف قبول سے نوازا بلکہ فضیلۃ الشیخ عبد الہادی الخرسا حفظہ اللہ تعالیٰ اس کا درس دے رہے ہیں، اس درس میں شامل ترکی کے ایک نوجوان طالب علم سے مولانا عمران قادری نے ملاقات کروائی انہوں نے بتایا کہ ترکی میں ان کے والد گرامی کا مدرسہ ہے، اور وہ {من عقائد اهل السنة} کا ترکی زبان میں ترجمہ کروا رہے ہیں تاکہ اس مدرسہ میں اسے شامل نصاب کیا جائے۔

شرف ملت نور اللہ مرقدہ کی دوسری وجہِ شہرت آپ کا وہ تقویٰ ہے جس کی جھلک وہاں کے بعض علمانے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی سالانہ کانفرنسوں میں پاکستان میں آکر دیکھی۔ وہاں کے علما آپ کی سادگی، متانت اور طہارت قلبی سے اس قدر متاثر ہیں کہ جنہوں نے دیکھا وہ تو ثنا گو ہیں ہی جنہوں نے نہیں دیکھا وہ بھی متاسف ہیں کہ ہم اتنے بڑے عالم ربانی کی زیارت سے محروم رہ گئے۔ وہاں کے علما کی شدید خواہش تھی کہ آپ وہاں جلوہ افروز ہوں لیکن آپ کی علالت طبع کی بنا پر ایسا ممکن نہ ہوسکا جب آپ کے وصال کی جانکاہ خبر وہاں پہنچی تو "معبد الفتح الاسلامی" کے اساتذہ اور طلبہ نے اسباق کا سلسلہ روک کر آپ کی بلندی درجات کے لیے دعا کی۔ ہندوپاک کے علمائے اہلِ سنت میں سے اعلیٰ حضرت کے بعد آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ آپ کے صاحب زادے جناب ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی مدظلہ سے گزارش ہے کہ وہ وقت نکال کر شام کا دورہ فرمائیں اپنے والد گرامی کی اسناد وہاں لے کر جائیں اور وہاں کے علما سے اسناد کا تبادلہ کریں، شرف ملت کی دیگر تصانیف کی تعریب فرما کر انہیں اور آپ کے ترجمۃ القرآن کو وہاں متعارف کروائیں بالخصوص احسان الٰہی ظہیر کی البریلویہ کے رد میں لکھی ہوئی علامہ شرف قادری صاحب کی کتاب کا وہ حصہ جس میں اعلیٰ حضرت پر اعتراضات کا جواب ہے۔ ٭٭٭

انگلینڈ کی یونیورسٹیوں میں رضویات

اکیڈمک تحقیقات کا مطالعاتی منظر نامہ

ابوالحسن محمد یاسر رضا باندوی

امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی آفاقی شخصیت نہ صرف برصغیر میں اہل حق کی ترجمان ہے بلکہ بیرونی ممالک میں بھی سواد اعظم اہل سنت وجماعت کے علامتی نشان کے طور پر جانی پہچانی جاتی ہے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ پوری دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں میں امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر متعدّد مقالات اکیڈمک سطح پر جمع کر کے، ایم فل اور پی ایچ ڈی جیسی اعلیٰ ڈگریاں حاصل کی جاچکی ہیں۔ پچھلے پانچ سال میں زمینی سطح پر سروے کرنے سے یہ معلوم ہوا ہے کہ اس عرصہ میں تحقیقی رجحانات میں کچھ کمی ضرور آئی ہے اور ساتھ ہی اسی عرصہ میں تحقیق کے معیار کو اونچا اُٹھانے کے لیے، برصغیر ہندوپاک نے یو جی سی اور ایچ ای سی کے ذریعہ نئے معیاری اصول بنائے ہیں، جس کی پابندی اکیڈمک سطح پر ڈگری حاصل کرنے کے لیے لازمی ہوتی ہے، پھر بھی اس دور پر آشوب میں کچھ جیالے ایسے بھی ہیں جو اس محاذ پر ڈٹے ہوئے ہیں، یعنی ایسا محسوس ہو رہا ہو کہ ان کی منزلِ عشق، ان کو یہی صدا دے رہی ہو کہ:

انہی پتھروں پر چل کر اگر آ سکو تو آؤ
مرے گھر کے راستے میں کوئی کہکشاں نہیں ہے

اس عزم کے مسافر محققین کو اپنے مقالے کا عنوان جمع کرنے اور اسے منظور کرانے کے لیے بھی، بہت ساری دشوار گزار راہوں سے گزرنا پڑتا ہے کیونکہ مذکورہ تقاضوں میں یہ بات بھی شامل ہے کہ عنوان ایسا جمع کریں کہ بالکل تشنہ لب ہو، جس پر پہلے کسی بھی زبان میں کسی بھی جہت پر کام نہ ہوا ہو۔ جس کے پیش نظر رضویات کے میدان میں ایسا عنوان متعیّن کرنا ہی جوے شیر نکالنا ہے کیونکہ اس میدان میں کثرت سے پی ایچ ڈی ہو چکی ہیں۔ پھر اس پر دستخط کروانے کے لیے مصیبت یہ ہے کہ کوئی عدل پسند پروفیسر ڈھونڈا جائے کیونکہ امام احمد رضا کی مخالفت اور حسد کوئی نئی بات نہیں ہے۔ جس کی بنیادی وجہ علمی اور مذہبی نہیں بلکہ سراسر فرقہ وارانہ و تاجرانہ معلوم ہوتی ہے کہ سب کچھ جان لینے کے بعد بھی، اس ذہن کے پروفیسر حضرات، فکر رضا کے حوالے سے، ان گوشوں پر کام نہیں کرنے دیتے، جن کی روشنی کی وجہ سے، ان کے اپنے نام نہاد اکابرین کا چراغ ٹمٹمانے لگے، یعنی امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے علمی اور قلمی خدمات سے واقفیت ہونے کے باوجود بھی، اس طفلانہ تعصب وعناد والے خوف نے، ان کی نام نہاد سیکولر کہی جانے والی عقلوں پر، دبیز پردے ڈال دیے ہیں۔ رقابت اور عصبیت اچھے اچھوں کو بے بصر کر دیتی ہے اور اُس پست سطح پر لے آتی ہے جہاں خود متعصب وعنید اپنے آپ کو اپنے ضمیر کے سامنے نادم و شرم سار محسوس کرتا ہے۔ اور جو اہل علم ان کے بہکاوے میں آکر غلط نظریہ بنائے ہوئے ہیں ان سے ہونے والی مصیبتوں کا تو ذکر ہی نہیں:

اک طرف اعدائے دیں ایک طرف حاسدیں
بندہ ہے تنہا شہا، تم پہ کروڑوں درود

ان تمام تر صعوبتوں کے باوجود، ان عزیمت پسند مسافروں کا تحقیقی سفر جاری ہے۔ اگر کچھ راہ کسی ایک ملک میں ہموار ہوئی بھی ہے تو صرف وہیں رضویات پر ٹھیک ٹھاک کام ہو سکا ہے بقیہ دیگر ملکوں میں ان پریشانیوں کے سبب کم ہی کام ہوا ہے۔

متعدّد محققین نے راقم سے رابطہ کر کے کنز الایمان ریسرچ ہیلپ ڈیسک کے ذریعہ، قلمی امداد اور دیگر مطبوعہ و غیر مطبوعہ مواد بھی حاصل کیے ہیں اور بعض حضرات نے خود بریلی شریف آکر ہماری ریسرچ لائبریری کی شلف میں موجود اکیڈمک تھیسس میں سے، اپنے متعلقہ موضوع کی تھیسس کو پڑھ کر، سکون بھی حاصل کیا ہے۔ مگر جب تک ہمارا یہ تعیناتی دائرہ بڑا نہ ہو تب تک ان مسافروں کو ہم سے اس طرح کی معمولی راحت ہی مل سکے گی حق تو ادا تب ہو گا جب، تحقیق کا سفر جاری

استاد، شعبہ الیکٹریکل انجینئرنگ، انٹیگرل یونیورسٹی سینٹر شاہجہانپور

رکھنے والے ان مسافروں کی راہ عزیمت میں، اس طرح کی کئی سبیلیں لگی ہوں، جس کے چھاؤں میں وہ جامِ سکون نوش کر سکیں۔ خاص کر مدارس کے طلبہ جوان تقاضوں سے کم واقفیت رکھتے ہیں۔ ان کے لیے الگ سے انتظام ہونا اور ان کا اس کی اہمیت کو سمجھنا بھی اشد ضروری ہے

رضویات کے حوالے سے کراچی کا ادارہ تحقیقات امام احمد رضا بین الاقوامی سطح پر ریسرچ اسکالرز کی جس انداز میں حوصلہ افزائی اور معاونت کر رہا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ بین الاقوامی سطح پر رضویات میں کام کرنے کے لیے پانچ زبانوں اردو، ہندی، عربی، فارسی اور انگریزی کی انفرادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ جن کی مدد سے پانچوں بر اعظموں میں رضویات پر مفید تحقیقات کے ذریعہ اس اکیڈمک رفتار کو بڑھایا جاسکتا ہے۔ ان پانچوں زبانوں میں رضویات کے موضوع پر سب سے زیادہ کام جس زبان میں ہوا ہے، وہ اُردو ہے، جو برصغیر ہندو پاک میں سب سے زیادہ لکھی پڑھی بولی اور سمجھی جاتی ہے لیکن المیہ یہ ہے کہ اس زبان میں دلچسپی رکھنے والے حضرات کی تعداد برصغیر میں ہی دن بدن کم ہو رہی ہے پھر بیرونی ممالک سے کیا گلہ کیا جائے۔ اسی طرح ہندی اور فارسی کا حال ہے جو اپنے اپنے محدود علاقائی سرحدوں میں مقید ہونے کی راہ پر گامزن ہیں لیکن عربی زبان نے وہ مقام حاصل کیا ہے کہ اسلامی ممالک میں آج بھی اہل زبان و قلم کی پسند بنی ہوئی ہے، مگر اس فکر کی ضمن میں انگریزی کو جو مقبولیت بین الاقوامی سطح پر حاصل ہوئی ہے وہ ان سب سے منفرد ہے۔ وجہ کچھ بھی ہو لیکن سچ یہی ہے کہ انگریزی ایک ایسی واحد آفاقی زبان بن چکی ہے جو پوری دنیا کے عرض وطول میں یکساں مقبولیت کے باعث آج بولی، پڑھی لکھی اور سمجھی جارہی ہے لہٰذا ضرورت یہ محسوس ہوتی ہے کہ انگریزی میں بھی کچھ کام رفتار پکڑے۔ جس کے لیے انگریزی زبان کا قدیم ادبی و ثقافتی مرکز کہے جانے والے انگلینڈ کی خشک سال زمین میں رضویات پر کام کچھ ہونا ضروری تھا۔ جس کے لیے انگلینڈ میں رضوی علما و مشائخ نے، دیگر اکابرین اہل سنت کے ساتھ مل کر، تحریکیں چلائیں، ادارے قائم کیے، مساجد بنوائیں۔ اب اگر باقی تھا تو اکیڈمک کام، وہ بھی یونیورسٹیوں کے اندر اور وہ بھی انگریزی زبان میں۔ مذکورہ فکر کی ضمن میں یہ علاقہ سنگلاخ اس لیے تھا کہ یہاں ان عصری اداروں میں، نصرانیوں کے بیچ اسلامیات کے نام سے شعبہ جات قائم کرنا، ایک مشکل امر تھا مگر اس راہ میں بھی کوششیں کی گئیں اور قلیل کامیابی بھی حاصل ہوئی۔ معلوم ہو کہ یوکے دنیا کا وہ واحد ملک ہے جس کا تعلیمی معیار دنیا میں سب سے اعلیٰ ہے۔ CEOWORLD میگزین کی حالیہ 2022ء کے تازہ رپورٹ کے مطابق یوکے کا تعلیمی اشاریہ 78.2 فیصد اور روزگار کے مواقع کے اعتبار سے روزگاری اشاریہ 69.79 فیصد درج کیا گیا ہے۔ جو کہ امریکہ سے بھی زیادہ ہے، حالانکہ یونیورسٹی رینکنگ کے معاملے میں اس امریکہ کی میساچسیٹ یونیورسٹی اول بنی ہوئی ہے جبکہ یوکے کی آکسفورڈ اب بھی دوسرے نمبر پر ہے۔ ان تمام علمی و تجزیاتی مقابلوں سے قطع نظر، اگر رضویات پر انگریزی زبان میں ہو رہے اور ہو چکے اکیڈمک کام کا اجمالی خاکہ، معیار تعلیم کے اشاریہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے ترتیب وار طریقے سے تیار کریں تو اس طرح کی فہرست وجود میں آئے گی:

شمار نمبر	تحقیق کا عنوان	تحقیق برائے (کورس کا نام)	محقق کا نام اور یونیورسٹی کا نام	یونیورسٹی تعلیمی رینکنگ/معیار تعلیم کا اشاریہ	تحقیق مکمل ہونے کی تاریخ	ملک
۱	The Path of the Prophet: Maulana Ahmad Riza Khan Barelwi and the Ahl-e Sunnat wa Jamaat Movement in British India, c. 1870-1921	پی ایچ ڈی	ڈاکٹر اوشا سانیال کولمبیا یونیورسٹی، نیویارک، امریکہ	06	۱۹۹۰ء	یو-کے
۲	The Qur'anic Hermeneutics of Imâm Ahmad Raza Khân Barêlwî (1856-1921), with special reference to the Qur'an translation Kanz ul-Imân	ایم اے	محمد علی نعیمی لیڈس یونیورسٹی، انگلینڈ	69	ستمبر ۲۰۱۰ء	یو-اس

۳	HeresiesofIndianMuslimsasper theliteraryfootprintsofImam AhmedRazaKhanBarelwi	پی ایچ ڈی	محمد علی نعیمی لیڈس یونیورسٹی، انگلینڈ	69	فروری ۲۰۲۲ء	یو-اس
۴	StablishandGrowthofBarelvi MovementinPakistan:ACase StudyofJamiaRazvia&Sunni Masjid(1950-2019)	پی ایچ ڈی	ڈاکٹر ضیغم سرفراز رائل ہالیووڈ یونیورسٹی آف لندن، انگلینڈ	235	جاری	یو-کے
۵	Thedistinctionbetweenmost prevailingSchoolsofthoughts:In PakistanaCaseStudyofBarelvi& DeobandiSects:ACaseStudy	پوسٹ ڈاک	عاطف اسلم راؤ نمی کیشن یونیورسٹی کونیا، ترکی	1856	جاری	ترکی
۶	CONTRIBUTIONOF KANZULIMANINQURANIC TRANSLATION	ایم فل	احتشام اللہ دار الہدیٰ اسلامی یونیورسٹی، کیرلا	4572	۲۰۱۹ء	ہند

اس فہرست سے بھی یہی معلوم ہو رہا ہے کہ یو کے (امریکہ) میں واقع نیویارک کی کولمبیا یونیورسٹی میں جو اعلیٰ حضرت پر کام ہوا ہے، اس کی معیاری حیثیت ہے۔ جو اس فہرست میں سب سے ممتاز ہے۔ اس اعتبار سے یہ لگ رہا ہے کہ امریکہ کی مذکورہ دونوں یعنی میسا چسیٹ یونیورسٹی اور کولمبیا یونیورسٹی کا معیار US کی تمام یونیورسٹیوں کے معیار سے اعلیٰ ہے۔ لیکن اگر ان معیاری یونیورسٹیوں کی پوری فہرست پر نظر کریں تو معلوم ہوگا کہ یو کے میں معیاری یونیورسٹیوں کی کل تعداد کافی زیادہ ہے۔ اگر موجودہ یو کے کی سرحدوں کو نظر انداز کر دیں پھر بھی صرف انگلینڈ والے حصے میں اب تک کل ایک سو چھ سے زائد ایسی یو نیورسٹیز موجود ہیں جو معیار کے معاملے میں دنیا کی ممتاز یونیورسٹیاں ہیں، جن کا مرکز لندن بنایا گیا اور فقط لندن میں ہی اٹھارہ سے زائد معیاری یونیورسٹی موجود ہیں۔ مختلف سرکاری و غیر سرکاری تجزیاتی و تجرباتی دستاویزات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہاں کی یونیورسٹیوں کو ان کے علمی معیار کی بنا پر دنیا بھر کے تمام عصری اداروں پر فوقیت حاصل ہے (US) کے چند اداروں کو چھوڑ کر)، انہیں تمام مذکورہ و غیر مذکورہ معیار کی قدروں پر کھرا اُترنے اور فکر رضا کی عالمی شناخت کو اکیڈمک سطح پر مزید مضبوط کرنے کے لیے، یہ ضروری ہو گیا تھا کہ رضویات پر تحقیق، دنیا کے ٹاپ اکیڈمک اداروں میں ہو، جس سے یہ موضوع عالمی سطح پر نہ صرف مقبول ہو بلکہ ایک اکیڈمک سبجیکٹ کے طور پر کل عالم میں سرکاری سطح پر بھی متعارف ہو جائے۔ اسی ضمن میں نیویارک میں واقع کولمبیا یونیورسٹی سے سال 1990ء میں ڈاکٹر اوشا سانیال کے ذریعہ اس عزم کی شروعات ہوئی، جنہوں نے تاریخ کے شعبے میں با قاعدہ داخلہ لے کر اعلیٰ حضرت پر اپنی پی ایچ ڈی مکمل کی اور اسی کی بنیاد پر ماہر تاریخ کے طور پر متعارف ہو گئیں۔ کیونکہ یہ کولمبیا یونیورسٹی تعلیمی رینک میں دنیا کے چھٹے نمبر میں شمار کی جاتی ہے، اس اعتبار سے رضویات اکیڈمک دنیا کی چھٹی منزل پر تو فائز ہوا، مگر یہ تو US کا علاقہ ہے، جو دنیا کی ٹاپ یونیورسٹیوں کی کثرت کے معاملے میں UK اور اس میں موجود خطہ انگلینڈ سے کچھ پیچھے ہے اس لیے انگلینڈ کے اس بڑے اکیڈمک حلقے میں یہی کام ہونا ضروری تھا۔ جس کے لیے برصغیر ہندو پاک کے اسکالرز نے بہت کوششیں کیں لیکن کچھ کو ہی کامیابی حاصل ہو سکی۔ راقم نے بذات خود اس منزل کے کچھ محققین سے رابطہ کیا اور رضویات پر بریلی شریف سے آن لائن نشر ہونے والی چوتھی سالانہ پنج لسانی اکیڈمک کا

نفرنس میں اپنی اپنی تحقیق کا تعارف پیش کرنے کے لیے مدعو کیا۔ اس دعوت پر متعدّد اسکالرز نے عرس رضوی کے موقع پر بتاریخ 3 اکتوبر 2021 کو اپنی آن لائن حاضری درج کرائی ۔ ان حضرات میں سے انگلینڈ کی دو الگ الگ یونیورسٹیوں سے منسلک دو اسکالرز بھی موجود تھے ،جن کے عناوین کی اکیڈمک تفصیل پہلے ہی فہرست میں درج کی جا چکی ہے، اس کانفرنس میں شرکت کر کے ان حضرات نے نہ صرف اپنی جاری تحقیق حالیہ وحاضرہ کا علمی تعارف پیش کیا بلکہ اس کے متعلق چند غیر مطبوعہ قلمی نوادرات بھی پیش کیے، اس مقالے میں انہیں حضرات کی ان تحقیقات کی مختصر منظرکشی کرنے کی کوشش کی ہے:

پہلی تحقیق: ٹائمز آف ہائر ایجوکیشن کے حالیہ 2022 کے سروے کے مطابق انگلینڈ کی لیڈس یونیورسٹی کا نام World University Ranking میں 69ویں نمبر پر آتا ہے۔ یہاں سے ماسٹر ڈگری حاصل کرنے والوں کو بعض دیگر اداروں کے، پی ایچ ڈی ڈاکٹرز پر بھی فوقیت دی جاتی ہے۔ اس یونیورسٹی میں محمد علی نعیمی نے ڈاکٹر مصطفیٰ الشیخ صاحب کی نگرانی میں، اپنے ایم اے کے مقالے میں ترجمہ کنزالایمان کے متعلق انگریزی زبان میں کام کیا۔ جس میں ان کو شیخ اسرار الحق جیسے عالم کی رہنمائی بھی ملی ۔معلوم ہو کہ اس انگریزی زبان میں مذکورہ عنوان پر اکیڈمک سطح پر یونیورسٹی میں کوئی خاص کام نہیں ہوا، ہاں زیادہ تر اُردو زبان میں اس عنوان پر با قاعدہ اکیڈمک مقالے لکھے گئے ہیں۔ اردو زبان کی مقبولیت و ترجیحات کے پس پردہ ایم اے کے لیے، لیڈس یونیورسٹی انگلینڈ میں جمع کیے گئے اس مقالے کو، بیشتر اردو داں حضرات نے، صرف اس لیے نہیں پڑھا کہ ان کے گمان میں اُردو کے مختلف مقالے گردش کر رہے تھے ۔ راقم نے بھی اُردو داں کی حیثیت سے یہی سوچا کہ ان کا یہ مقالہ بھی، ڈاکٹر مسعود احمد اور پروفیسر مجید اللہ قادری صاحب کے نکات کا ترجمہ ہی ہوگا۔ یا پھر اس عنوان پر لکھے گئے پروفیسر دلاور صاحب کے مختلف مضامین کی انگریزی میں عکاسی کر کے لکھ دیے گئے ہوں گے ۔ علاوہ ازیں یہ بھی غالب گمان تھا کہ ان مذکورہ محققین کے اردو میں لکھے وہی concept گھما پھرا کر انگریزی میں لکھے گئے ہوں گے ۔ مستزاد یہ کہ ابھی ابھی انگریزی زبان میں اسی عنوان پر دوسری تھیسس پڑھ کر فارغ ہوا تھا، جس کو دارالہدیٰ یونیورسٹی کیرلا کے ہونہار طالب علم احتشام اللہ نے ایم فل مقالے کے طور پر 2019 میں جمع کیا تھا اور اس میں بھی کوئی خاطر خواہ تخلیقی نکات نظر نہیں آئے ۔ جس کی وجہ سے محمد علی نعیمی صاحب کا مذکورہ ایم اے مقالہ پڑھنے کا بھی جی نہیں چاہا۔ جب اہل ذوق سے بہت تعریفیں سنیں تب جا کر دوبارہ اس طرف توجہ مبذول ہوئی، اور پھر جب پڑھنے کا اتفاق ہوا تب جا کر معلوم ہوا کہ میرا گمان فقط گمان تھا، حقیقت نہیں۔ جس کی وجہ سے فقیر مطلوبہ علمی چاشنی سے کافی وقت تک محروم رہا، اور ساتھ ہی یہ بھی سیکھنے کو ملا کہ ضروری نہیں کہ ہر جام میں مطلوبہ مزہ مل جائے۔ کتابوں کے جنگل میں بہت مشکل سے ہی مطلوبہ خواہش پوری ہوتی ہے، جس کے لیے ہر کتاب کو محنت سے کھنگالنا ضروری ہوتا ہے۔ اس مطالعہ میں راقم کو جو بھی نکات نو پڑھنے اور سمجھنے کا موقع ملا وہ درج ذیل ہیں:

تراجم قرآن میں فقط متن کا لفظی ترجمہ پیش کرنے کے بجائے علمائے متقدمین و حدیث مبارکہ کی پیش کردہ قرآنی تفاسیر کو ذہن و فکر میں رکھنا ضروری ہوتا ہے اور اس تحقیقی مقالے میں محقق کے پیش کردہ تمام علمی و تخلیقی نکات نو کو پڑھ کر بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ترجمہ کنز الایمان میں مترجم مولانا شاہ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذہن و فکر میں یہ سب نکات بدرجہ اتم موجود تھے جس کا فکری عکس اس ترجمہ میں نمودار ہوا ہے۔

قرآن شریف کا ترجمہ کرنے کے لیے صرف دونوں زبانوں کا جان لینا کافی نہیں بلکہ عشق و ادب دونوں کو ملحوظ رکھنا بے حد ضروری ہے تا کہ بارگاہ خدا اور سول میں ذرہ برابر بھی گستاخی کا احتمال نہ ہو۔ اس بات کو انگریزی ادب میں سمجھانے کے لیے محققین نے کنزالایمان اردو سے کیے گئے دیگر انگریزی تراجم جیسے مولانا عاقب فرید قادری وغیرہم کے تراجم کی مثال دے کر انگریزی داں حضرات کی تشویش کو دور کیا ہے۔

متعدّد مقامات پر محقق نے ترجمہ کنزالایمان کے نہ صرف اعلیٰ علمی و ادبی مقام کی توثیق کی ہے بلکہ ایسے تخلیقی نکات بھی پیش کیے ہیں کہ ترجمہ کنزالایمان کے منفرد فقہی مقام کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے۔ اس تھیسس میں تراجم قرآن کا جو تقابلی جائزہ لیا گیا ہے، اس میں جو نئے نکات زیر بحث لائے گئے ہیں، ان میں سے زیادہ تر ایسے ہیں جن پر اردو کے محققین نے بہت کم تبصرہ کیا ہے۔

بنا کسی کا نام لیے الیاس گھمن جیسے مختلف مخالفین کا اپنے اکابر علما کے انداز میں رد بلیغ کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر مولوی امام علی قاسمی رائے پوری کے اعتراض کا رد کرنے کے لیے تاج الشریعہ کی تصنیف "دفاع کنزالایمان" کے نکات کو جدید انداز میں پیش کیا ہے۔ جمیل الرحمن کے بے جا اعتراضات کی علمی سرکوبی کے لیے، خاندان اعلیٰ حضرت کے ایک فرد نواسہ مفتی اعظم مولانا فواد رضا متعلم مظہر اسلام کے مقالے بعنوان "انوار کنزالایمان علی جواب جمیل الرحمن" کے نکات پیش کر دیے ہیں۔

جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ تحقیق کی ابتدا میں Literature Survey کے ذریعہ مضبوط علمی مطالعہ محنت کے ساتھ کیا گیا ہے۔

قرآن شریف کے اردو تراجم کے تقابلی جائزہ پر، انگریزی میں مقالہ لکھنے والے اکیڈمک قلم کاروں پر ضرب لگاتے ہوئے، ان سے سوال کیا ہے کہ انہوں نے کس وجہ سے اپنے مقالوں میں ترجمہ کنز الایمان کا نام تک نہیں لیا اور پھر محقق نے خود ہی واضح کیا ہے کہ اس کی بنیادی وجہ علمی و مذہبی نہیں بلکہ سراسر فرقہ وارانہ و تعصبانہ ہے۔

دوسری تحقیق: یہ تحقیق بھی مذکورہ محقق ڈاکٹر محمد علی نعیمی نے اسی لیڈس یونیورسٹی کے اکیڈمک ماحول میں کی۔ جس میں ڈاکٹر مصطفیٰ شیخ کی نگرانی اور شیخ اسرار الحق کی رہنمائی کے علاوہ ہند و پاک کے متعدّد مصنفین و مختلف علمی مجالس سے قلمی تعاون اور علمی مواد بھی ملا۔ جس کی بنیاد پر آپ اپنا پی ایچ ڈی مقالہ جمع کرنے میں کامیاب ہوئے اور ابھی حال ہی میں (فروری 2022 میں) آپ کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری سے نوازا گیا۔ اس منفرد مقالے میں محقق نے، نام نہاد مسلمانوں کی، بدعنوانی سے، اختلاف رائے کے ذریعہ انتشار کی کوششوں کی علمی سرکوبی کی ہے۔ محقق نے بھولے بھالے مسلمانوں کے بیچ امام احمد رضا کے تحریری نقوش کے متعلق بدعنوانی اور اختلاف رائے پیدا کرنے والی تمام اکیڈمک سازشوں کا قلعہ قمع کرنے کے مقصد حسنہ کے تحت اس کام کو شروع کیا تھا جس میں وہ کامیاب بھی ہوئے۔ موصوف زیادہ تر انہیں عناوین کو زیر بحث لاتے ہیں جو انگریزی زبان کی ضرورت و مقبولیت اور ادبی شناخت کے مطابق تشنہ لب ہیں اور اُمت مسلمہ کو جن کے متعلق گمراہ کرنے کی منظم سازش ہو رہی ہے، جیسا کہ آپ کی پچھلی تحقیق سے واضح ہے اور اس تحقیق میں تو نکات اتنے زیادہ نظر آئے کہ ان کو اس مختصر مقالے میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ ہاں چند ایک نکات جو راقم کو سمجھ آئے یہاں نقل کیے جاتے ہیں:

اس تحقیق میں مقالہ نگار نے اس بات پر روشنی ڈالی ہے کہ امام احمد رضا کے موقف کو سمجھنے کے لیے، یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ان کے نظریات کیا تھے اور وہ فتویٰ دیتے وقت کن باتوں کو شامل حال رکھتے تھے اور اُن کے نظریات کا اثر، برصغیر کے مسلمانوں پر کتنا ہے؟ جس سے امام احمد رضا کے تحریری نقوش کے متعلق، بدعنوانی اور اختلاف رائے پیدا کرنے والی تمام اکیڈمک سازشوں کی جڑ پر حملہ ہو۔ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف عالمی سطح پر جاری اکیڈمک پروپیگنڈے کا ایک غیر جانب دارانہ جائزہ لے کر، یہ ثابت کیا ہے کہ برصغیر میں آپ کے نظریہ پر عمل کرنے والے حضرات کا عقیدہ کوئی اپنا ایجاد کردہ نیا عقیدہ نہیں ہے بلکہ سلف صالحین کے ذریعہ پہنچایا گیا، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ و اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین والا عقیدہ ہے۔ بس اس کے افکار و نظریات و معمولات کی تجدید، امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے، اپنے قلم حق رقم سے اس صدی میں کردی ہے تاکہ عوام و خواص سب کو استقامت نصیب ہو۔

عالم اسلام کے وہ ممالک جہاں ان اکیڈمک شر پسندوں نے، اہل سنت کے علما و مشائخ کو، اپنی غلط بیانی و سوچی سمجھی سازش بدعنوانی کے ذریعہ اختلاف رائے پیدا کرکے بدظن کرنے کی کوشش کی ہے، وہاں بھی اس تحقیق کو پہنچایا گیا ہے۔ خاص کر اس تحقیقی مقالے میں موجود ان نکات پر نشان لگا کر، مذکورہ علما کی بارگاہ میں پیش کیے گئے ہیں، جن کے ذریعہ ہر عوام و خواص کا ذہنی انتشار ختم ہو ساتھ ہی مذکورہ سازش پر سے بھی پردہ اُٹھ جائے۔

امام احمد رضا نے تحقیقی و علمی دلائل کے ساتھ، اہانت رسول کرنے والوں پر شرعی گرفت کی ہے۔ جو آپ کے جمع کردہ فتاوی حسام الحرمین میں اور آپ کے رسالہ تمہید ایمان میں خاص طور پر درج ہے، جس کو بنیاد بنا کر اس محقق نے اپنے اس پی ایچ ڈی مقالے میں، ان لوگوں کے پروپیگنڈہ کا رد بلیغ کیا ہے، جنھوں نے صرف تعصب و عناد کی بنیاد پر امام کے ان تحریری نقوش کی غلط تصویر پیش کرکے اپنے گرو گھنٹالوں کے اس ناقابل معافی جرم کو چھپانے کے لیے اکیڈمک طور پر اپنی تحریروں میں راہ فرار اختیار کی ہے یعنی موضوع سے ہٹ کر باتیں تحریر کی ہیں۔

عالمی سطح پر امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے مخالفین نے اپنی تقیہ بازی سے عالم اسلام میں بالعموم اور عالم عرب میں بالخصوص، امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف افواہوں کا بازار گرم کرکے جو سازشوں کا جال بنا ہے، اُس کی سرکوبی کے لیے محقق نے اپنی تحقیق میں جن بنیادی باتوں پر زور دیا ہے وہ واقعی لائق تحسین ہیں۔

تیسری تحقیق حالیہ ٹائمز آف ایجوکشن کے 2022ء کے سروے کے مطابق انگلینڈ کی رائل ہولیوڈ یونیورسٹی آف لندن کا نام World University Ranking میں 235ویں نمبر پر آتا ہے۔ یہاں کا اپنا ایک الگ معیار ہے۔ مختلف اداروں سے الگ اس کی خاص بات یہ ہے کہ یہاں کے Academic Relations دیگر اداروں کے مقابلے میں زیادہ وسیع ہیں۔ اسی لیے یہاں تعاوناتی و تعیناتی تحقیقی مواقع زیادہ ہیں۔ یہی بات اس یونیورسٹی کو دیگر سے ممتاز کرتی ہے۔ اس یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کر رہے جناب ضیغم سرفراز نے اپنے پی ایچ ڈی مقالے کے لیے ایک منفرد المثال موضوع کا انتخاب کیا ہے جو نہ

صرف آپ کے شعبہ تاریخ کے اعتبار سے اہم ہے بلکہ رضویات کی ترویج واشاعت کے مرکزی حصہ کا ایک اہم جز ہے۔ یہ موضوع اتنا اہم ہے کہ آپ کو ایک کے بجائے دو نگران کی سرپرستی میں کام کرنے کا موقع ملا ہے۔ یہ دونوں نگران حضرات ثقافتی ادب میں ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ، برصغیر ہندو پاک کی اسلامی تاریخ کے بڑے محقق ہیں۔ یہ تحقیق امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی تجدیدی تحریک کے اُس حصہ پر کی جارہی ہے، جو پاکستان میں فکر رضا کی ترجمانی کرتی ہے اس مقصد کے حصول کے لیے محقق نے امام احمد رضا کے مقامی نائب یعنی محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ دو مرکزی اداروں یعنی مرکزی دارالعلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام اور مرکزی سنی رضوی مسجد کو موضوع بحث بنایا ہے جو کہ آج بھی خانقاہ عالیہ محدث اعظم لائل پور کے ذریعہ فکر رضا کی ترجمانی کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں برصغیر میں محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعدّد خلفاء کی خدمات کے ذریعہ نہ صرف ہندو پاک میں بلکہ کل عالم اسلام میں مسلک رضا کی ترویج واشاعت کا باب بھی اس میں شامل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ معلوم ہو کہ ابھی یہ تحقیق مکمل ہونے میں چند سال اور لگ جائیں گے۔ اسی لیے اس کا مکمل مطالعاتی منظرنامہ پیش کر پانا ممکن نہیں ہے مگر پھر بھی راقم الحروف کو محقق سے جو بھی تحریری مواد ملا یا انٹرنیٹ پر جو باتیں ہوئیں یا پھر ہماری آن لائن چوتھی سالانہ اکیڈمک کانفرنس (بتاریخ 3/ اکتوبر 2021) میں آن لائن حاضر ہو کر محقق نے جو بتایا، اُن تمام باتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے، مندرجہ ذیل نکات پیش کیے جاتے ہیں:

موجودہ فیصل آباد المعروف لائل پور اس وقت مسلمانوں کی بڑے پیمانے پر نقل مکانی کرنے کی وجہ سے ایک گھنی مسلم آبادی والے اور خوشحال شہر کے طور پر اُبھر رہا تھا، جس کی بنیاد پر اس شہر کی آبادی کا ذریعہ معاش، زراعت سے بدل کر تجارت ہو گیا اور اسی وجہ سے یہ خطہ یہاں کے تجارتی و مذہبی مرکز کے طور پر ابھر کر سامنے آیا، یہاں امام احمد رضا کی فکر کو فروغ ملا جس سے پورے ملک میں فکر رضا کو روشناس کرنے کا راستہ ہموار ہوا، انہیں تمام تر وجوہات کے سبب محقق نے اپنی تحقیق کی case study کے لیے اس علاقے کا تعین کیا۔

یہاں کی متعدّد مرکزی شخصیتوں کی تربیت اسی فکر کے عالمی مرکز یعنی مرکز اہل سنت بریلی شریف سے ہوئی اور بریلی شریف سے ہی اس علاقے لائل پور کو امام احمد رضا کی فکر کا نائب محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی شکل میں مل گیا اور ان کی علمی اور عملی کاوشوں سے زمینی سطح پر رضویات کے علم کو پورے ملک میں بلند کیا گیا۔ انہیں ممتاز وجوہات کی بنا پر محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کاوشوں کو تحقیق کی case study کا علمی موضوع بنا کر کام شروع کیا گیا ہے۔

محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد کے تربیت یافتہ حضرات کی ایک لمبی فہرست ہے۔ ان میں سے بیشتر ایسے ہیں جنہوں نے اپنی عملی کاوشوں سے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی ترجمانی کی ہے، جس کی وجہ سے یہ تلامذہ اپنے اپنے علاقوں میں ممتاز ہوئے ہیں۔ جو خود میں ایک دائمی تحریک بن کر اُبھرے ہیں۔ آپ کے تلامذہ کا یہ دائرہ صرف پاکستان تک ہی محدود نہیں بلکہ پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ خاص طور پر خاندان اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعدّد شیوخ، آپ کی ہی بارگاہ میں زانوئے ادب طے کر کے محقق و محدث کہلائے۔ جن میں ریحان ملت حضرت علامہ ریحان رضا خان، امین شریعت حضرت علامہ مولانا مفتی سبطین رضا بریلوی، صدر العلماء حضرت علامہ تحسین رضا محدث بریلوی رحمہم اللہ کا نام خاص ہے۔ جن کی اپنی ایک الگ مرکزی حیثیت ہے۔ علاوہ ازیں آپ کے عرب خلفا میں خاص طور پر مولانا محمد تیسیر دمشقی مخزومی مدرس جامع مسجد دمشق، مولانا محمد علی حماۃ ملک شام، مولانا حسین فہمی ترکی وغیرہ نے، عرب ممالک میں فکر رضا کو مضبوط کیا۔ انہیں خصوصیات کے پیش نظر اس تحقیق میں فروغ رضویات کے حوالے سے آپ کے تلامذہ کی مرکزی حیثیت پر الگ سے باب قائم کیا جائے گا۔

علاوہ ازیں محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی کے تبلیغی اسفار اور مسلک رضا کی علمی خدمات کی تحریک جو موجودہ ہندوستان کے تناظر میں راقم الحروف کے زیر اہتمام جاری ہے، کو ضیغم سرفراز صاحب کی اس تحقیق کے ساتھ ملا کر Collaborative Research کے ذریعہ، اجمالی طور پر پورے برصغیر یعنی ہندو پاک کے ضمن میں اس حوالے سے انگریزی زبان میں ایک تاریخی کام کرنے کا منصوبہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس طرح کے تمام تشنہ لب و تحقیق طلب موضوعات پر، انگریزی زبان میں مزید کام ہو تا کہ ہمارے پیچھے آنے والے طلبا کے لیے، اکیڈمک راہیں آسان ہوں۔ اس راہ میں جو حضرات کام کر رہے ہیں، رب قدیر ان کے کام کو جلد از جلد پایہ تکمیل تک پہنچائے اور جو حضرات کام کر چکے ہیں ان کو اپنے چھوٹوں کی مدد اور رہنمائی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم سب مل کر کام کریں تا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے مزید اسلام و سنیت کی خدمت کا کام لے اور اسی ضمن میں لگ کر اکیڈمک سطح پر رضویات کو بھی متعارف کرانے کی سعادت نصیب ہو جائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

ذکرِ جمیل

ام المومنین
سیدہ ام حبیبہ بنت ابوسفیان

رضی اللہ تعالیٰ عنہما

محمد اعظم مصباحی مبارک پوری

نام و نسب: آپ کا نام رملہ تھا، سلسلہ نسب اس طرح ہے: رملہ بنت ابوسفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف اور والدہ کی طرف سے سلسلہ نسب کچھ یوں ہے: رملہ بنت ام صفیہ بنت ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف تھا۔ والد اور والدہ دونوں کی طرف سے پانچویں پشت میں جاکر آپ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے مل جاتا ہے۔

کنیت: آپ کی کنیت "ام حبیبہ" ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر عبیداللہ بن جحش سے ایک لڑکی حبیبہ پیدا ہوئی اس وجہ سے آپ کی کنیت ام حبیبہ ہے۔

ولادت: سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی ولادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت سے 17 سال پہلے مکہ مکرمہ میں ہوئی۔

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ کا قبول اسلام:

ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہا اوائل اسلام میں مشرف بہ اسلام ہوئیں ان کے شوہر عبیداللہ بن جحش بھی مسلمان ہوئے کفار مکہ کے ظلم ستم کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایما پر مسلمانوں کا ایک قافلہ حبشہ کی طرف ہجرت کر گیا آپ نے بھی اپنے شوہر عبیداللہ بن جحش اور ایک قول کے مطابق اپنی بیٹی حبیبہ کے ہمراہ حبشہ ہجرت کی کچھ دنوں تک وہاں رہنے کے بعد عبیداللہ نصرانی ہو گیا اور اس نے سیدہ ام حبیبہ کو بھی ارتداد کی دعوت دی آپ نے انکار فرمایا اور عبیداللہ بن جحش سے علیحدگی اختیار کر لی اپنے وطن سے دوری، شوہر کے مرتد ہونے اور اس کی وفات، یہ سب سانحات ایسے تھے جن سے سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو سخت صدمات پہنچے۔ لیکن اس کے باوجود صبر و تحمل کا دامن نہیں چھوڑا بلکہ اللہ کی عبادت میں اور زیادہ مصروف ہو گئیں۔ حبشہ میں ہجرت کر کے تشریف لانے والی خواتین بالخصوص سیدہ ام سلمہ، سیدہ رقیہ، سیدہ لیلیٰ اور سیدہ اسما رضی اللہ عنہن آپ کو دلاسہ دیتی رہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں:

سیدہ ام حبیبہ نے اپنے پہلے شوہر کے ساتھ حبشہ میں تھیں تو ایک رات آپ نے خواب دیکھا کہ ان کے شوہر عبیداللہ کا چہرہ مسخ ہو گیا ہے، جب آنکھ کھلی تو بعد بہت پریشان ہوئیں۔ چند دنوں کے بعد عبیداللہ نے آپ سے کہا کہ دیکھو میں پہلے نصرانی تھا پھر اسلام قبول کر لیا حبشہ آنے کے بعد میں نے محسوس کر لیا کہ نصرانیت ہی بہتر دین ہے لہٰذا میں نے دوبارہ نصرانی مذہب قبول کر لیا ہے میرا مشورہ ہے کہ تم بھی نصرانی مذہب قبول کر لو تو سیدہ ام حبیبہ نے اسے اپنا خواب سنایا تاکہ وہ ڈر جائے اور اپنے ارادے سے باز آجائے لیکن وہ باز نہ آیا اور شراب کا عادی ہو گیا اور اسی حالت میں مر گیا۔

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کے مرتد ہو کر فوت ہونے کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت صدمہ ہوا، سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی دلجوئی کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو بادشاہ حبشہ نجاشی کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ آپ ام حبیبہ سے برضا و رغبت معلوم کر کے ان کا نکاح میرے ساتھ کر دیں۔

نجاشی نے سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا۔ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو اپنے سب دکھ بھول گئے آپ نے رضامندی کا اظہار فرمایا اور پیغام لانے والی باندی کو اپنے کنگن، انگوٹھیاں اور زیور اتار کر ہدیہ کر دیا اور خالد بن سعید بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو اپنے نکاح کا وکیل بنا کر نجاشی کے پاس بھیجا۔

نجاشی نے اپنے شاہی محل میں نکاح کی مجلس منعقد کی اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا اور 4000 درہم حق مہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خود ادا کیا، یہ رقم سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے وکیل نکاح حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کے سپرد کی گئی۔ جب اس خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو حضور نے اسے قبول فرما لیا، چناں چہ ابوداؤد شریف میں ہے:

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

(ترجمہ)۔"امام زہری بیان کرتے ہیں کہ نجاشی نے ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا کی شادی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چار ہزار درہم حق مہر پر کی اور اس کی خبر بذریعہ خط حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے قبول فرمالیا۔"

آپ رضی اللہ عنہا نے اس رقم میں سے کچھ اس باندی کو دی جس نے نکاح کی خوشخبری سنائی تھی، لیکن اس باندی نے رقم اور دیگر زیورات وغیرہ آپ رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیے اور کہنے لگی کہ بادشاہ سلامت کا یہی حکم ہے، خود نجاشی نے اس خوشی میں سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو بیش قیمت تحائف اور قیمتی خوشبوئیں ہدیہ کے طور پر بھیجیں۔

اسی مجلس میں نکاح کی تقریب میں شرکت کرنے والوں کو کھانا بھی کھلایا گیا۔ اس کے بعد سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بحری جہاز میں خیبر کے راستے مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ تشریف لائیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ بن کر ام المومنین کے معزز اعزاز سے سرفراز ہوگئیں۔

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جب حرمِ نبوی میں داخل ہوئیں تو اس وقت آپ کے علاوہ سیدہ سودہ بنت زمعہ، سیدہ عائشہ بنت ابی بکر، سیدہ حفصہ بنت عمر، سیدہ زینب بنت جحش، سیدہ ام سلمہ، سیدہ جویریہ بنت حارث اور سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن سات امہات المومنین موجود تھیں۔

بسترِ رسول کی حرمت: سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد عقیدت و محبت تھی۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہر چیز کا بڑا اہتمام اور احترام کرتیں ایک بار سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد ابوسفیان جو اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے مدینہ منورہ آئے اور اپنی بیٹی سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچے، اور آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھ گئے۔ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فوراً اٹھیں اور والد کو ادب سے عرض کی کہ آپ اس بستر سے اٹھ جائیں۔ یہ پاک بستر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور آپ ابھی تک شرک سے پاک نہیں ہوئے۔

علم و فضل: ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا علم و فضل اور فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے اعلیٰ درجے پر فائز تھیں۔ امہات المومنین میں علم حدیث کے حوالے سے تیسرے درجے پر فائز تھیں کیونکہ پہلا درجہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دوسرا درجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا تھا اور تیسرا حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا، ان سے 65 احادیث مروی ہیں۔

حلیہ مبارک: خوبصورت تھیں، صحیح مسلم میں خود ابوسفیان کی زبانی منقول ہے: عِنْدِي أَحْسَنُ الْعَرَبِ وَأَجْمَلُهُ أُمُّ حَبِيبَةَ بِنْتُ أَبِي سُفْيَانَ۔ ترجمہ: میرے ہاں عرب کی حسین تر اور جمیل تر عورت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابوسفیان موجود ہے۔

روایت حدیث: آپ سے صحیحین میں تقریباً 55 احادیث منقول ہیں، آپ سے روایت کرنے والے اکابر صحابہ ہیں اور آپ کے راویوں کی تعداد بھی کم نہیں ہے، بعض کے نام یہ ہیں، حبیبہ رضی اللہ عنہا (دختر) معاویہ رضی اللہ عنہ اور عتبہ رضی اللہ عنہ پسران ابوسفیان رضی اللہ عنہ، عبد اللہ بن عتبہ، ابوسفیان بن سعید ثقفی (خواہر زادہ) سالم بن سوار (مولیٰ) ابوالجراح، صفیہ بنت شیبہ، زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ، عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، ابوصالح السمان، شہر ابن حوشب۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معاونت:

خلیفہ مسلمین حضرت عثمان غنی کے دور خلافت کے اخیر وقت میں بلوائیوں نے آپ کے کاشانہ مبارک کا محاصرہ کر لیا اور ہر طرح سے آپ پر سختیاں کرنے لگے، ان ایام میں بعض صحابہ حضرت عثمان غنی کی حفاظت پر مامور تھے، سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بلوائیوں کی کچھ پرواہ کیے بغیر ہر قسم کے خطرات سے بے نیاز ہو کر پانی کا ایک مشکیزہ اور کچھ کھانا لے کر اپنے گھر سے نکلیں اور خچر پر سوار ہو کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کی طرف چل پڑیں، ام المومنین نے کھانا پانی چھپا رکھا تھا بلوائیوں نے ام المومنین کو دیکھ لیا اور حضرت عثمان غنی تک پہنچنے سے روک دیا۔

اولاد: ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں تو ایک بیٹا اور ایک بیٹی پیدا ہوئے، بیٹے کا نام عبداللہ تھا اور بیٹی حبیبہ تھیں۔ حبیبہ نے آغوش نبوت میں پرورش پائی۔ البتہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ام حبیبہ کے بطن سے کوئی اولاد نہ تھی۔

وصال پر ملال: سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا 44 ہجری میں 72 یا 73 سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ یہ زمانہ آپ کے بھائی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ کچھ دنوں کے لیے آپ دمشق تشریف لے گئیں اور کچھ عرصہ بعد مدینہ واپس آگئیں، اور بقیہ عمر مدینے میں گزاری۔ ☆☆☆☆☆

فکر ونظر

مسلم لڑکیاں اور غیر مسلموں سے شادیاں
ایک اصلاحی جائزہ

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علمائے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

جولائی 2023 کا عنوان	ہمارے ملک کی جمہوری قدریں
اگست 2023 کا عنوان	شاعروں اور مقرروں کا متعیّن اوقات کی اجرت طے کرنا — شرعی نقطۂ نظر

فتنۂ ارتداد اور ہماری ذمہ داریاں

از: محسن رضا ضیائی

موجودہ وقت میں اُمّتِ مسلمہ جہاں تعلیمی، سماجی، معاشی اور ملکی مسائل اور چیلنجز سے دوچار ہے وہیں کئی طرح کے شرور و فِتن سے بھی نبرد آزما ہے۔ مسائل کی اِس قدر بہتات و کثرت ہے کہ کبھی ختم ہونے کا نام نہیں لیتے۔ اور رہے شرور و فتن تو وہ ہر آئے دن نت نئ شکلوں اور مختلف صورتوں میں نمودار ہو رہے ہیں اور سادہ لوح لوگوں کے ساتھ ساتھ اب تو تعلیم و ترقی یافتہ لوگوں کو بھی اپنے دامِ تزویر میں پھنسا رہے ہیں۔ اِن میں خاص طور سے قابلِ ذکر فتنۂ ارتداد ہے، جو اِن دنوں بہت زیادہ مستعد و سرگرمِ عمل ہے۔ یہ مکمل طور پر اپنے بال و پر پھیلا چکا ہے اور اب تک ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے اور ابھی بھی ہزاروں لوگ اِس کے دہانے پر ہیں۔ خاص طور سے مسلم بچیوں اور عورتوں کو جھوٹی محبت کے جال میں پھنسا کر نہ صرف ان کا ایمان و عقیدہ تباہ و برباد کیا جا رہا ہے بلکہ ان کی عصمت و ناموس کو بھی تار تار کیا جا رہا ہے، جو ہمارے لیے بہت ہی زیادہ فکر و تشویش کا باعث ہے۔

ملک کے حالات کا طائرانہ جائزہ لینے سے یہ بات نہایت ہی اعتماد و وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ بیسوی صدی کے اوائل اور اس کے نصف میں اُٹھنے والی ”شدھی تحریک“ نے پھر سے سر ابھارا ہے یا پھر اسی کی کوکھ سے اِس ”فتنۂ ارتداد کا ناجائز جنم ہوا ہے، جو اسی کے باطل افکار و خیالات اور شدت پسند نظریات کو اپنائے ہوئے ہے۔

اب ضرورت ہے کہ اِس فتنہ کی سرکوبی کے لیے علما و دانشورانِ اہلِ سنت کمربستہ ہو جائیں اور جس طرح بیسویں صدی کے نصف میں شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند اور دیگر علما و مشائخِ اہلِ سنت نے ”شدھی تحریک“ کو اپنی دعوت و تبلیغ، حکمت و موعظت اور قلم و قرطاس کے ذریعے عوام و خواص کے سامنے طشت از بام اور واشگاف کیا تھا اور اس کے استیصال و انسداد میں ناقابلِ فراموش کارنامہ انجام دیا تھا، آج ہمیں بھی اپنے اکابر و اسلاف کے طریقۂ کار اور ان کے نقوشِ راہ پر چلتے ہوئے اِس فتنۂ عظیم کے خاتمہ کے لیے جدوجہد اور تگ و دو کرتے رہنا چاہیے۔

خیال رہے کہ یہ سب کھیل اور تماشا اسلام کو پے در پے نقصان پہنچانے اور اس کی جڑوں کو کمزور کے لیے رچا گیا ہے، جس کے لیے انہوں نے بنتِ حوا کو نشانہ بنایا ہے، تاکہ وہ اُس کے ذریعہ اسلام کو دنیا بھر میں بدنام کر کے اس کی شبیہ کو داغ دار کر سکیں۔ ایسے فتنوں اور سازشوں کے دور میں اب ہماری ذمہ داریاں مزید بڑھ جاتی ہیں کہ ہم دفاع و تحفظِ اسلام کے لیے باہم شیر و شکر ہو کر اُٹھ کھڑے

اُستاذ، شعبۂ عربی و فارسی (دی دکن مسلم انسٹی ٹیوٹ، کیمپ، پونہ، مہاراشٹر)

ہوں اور اپنی بہن بیٹیوں کو اِن منصوبہ بند اور گھنونی سازشوں کا شکار ہونے سے بچائیں۔کیوں کہ بہن بیٹیاں خاندان کی زینت، گھروں کی رونق اور والدین کے آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی ہیں،انہیں غیروں کالقمۂ ہوس نہ بننے دیں۔

اسلام میں عورت کا مقام و مرتبہ:

یادرکھیں کہ اسلام میں عورت کو ایک اہم اور بلند مقام حاصل ہے،بلکہ قرآن واحادیث اس کے فضائل و مراتب کے شاہد عدل ہیں۔توالدو تناسل اور افزائش نسل کے لامتناہی سلسلے کا انحصار بھی اسی پر مرکوز ہے۔دنیامیں یہی ایک ایسی ہستی ہے جس کے وجود سے قوم ونسل کا دوام وبقاہے۔یہ محض مردانہ جنسی اشتہاکی تسکین ہی نہیں بلکہ فروغ انسانیت کا عظیم سبب بھی ہے۔اسی لیے ہر لحاظ سے عورت کا مقام و مرتبہ نہایت ہی بلند وبالا ہے،جس سے کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا۔

اللہ تعالیٰ نے اسے از روئے مقام مختلف شکلیں عطافرمایا ہے، کہیں وہ ماں ، دای،نانی،پھوپھی،خالہ اور چچی کا کردار ادا کرتی ہے تو وہیں بہن،بیٹی ،بہواور ساس کا بھی روپ دھارن کرلیتی ہے۔اِس ہمہ جہت کردار کی ملکہ کو رسول اللہ ﷺ نے ”الجنة تحت اقدام الامہات“ کا تمغۂ امتیاز اعطا فرماکر اس کو ایک عظیم مقام و مرتبہ کا حق دار بنایا۔اس کے علاوہ اسے یکساں حقوق و مراعات بھی فراہم کیا،یہ تو اسلام ہے،جس نے نے عورت کو اتنے مراتب و مناصب عطا کیے ہیں،ورنہ تو دنیا کے دیگر مذاہب میں اسے یکسر طور پر محروم رکھا گیا ہے۔اِن سب کے باوجود اب اگر کوئی مسلم خاتون یا بچی دامنِ اسلام کو چھوڑ کر غیروں کے چنگل میں گئی تو گویا اس نے اپنے آپ سے ناانصافی کی ،اپنے مقام و مرتبہ کا پاس و لحاظ نہیں رکھا اور وہ اپنے دینِ قویم سے پھر کر مرتدہ ہوگئی، جس کا نہ صرف بہت بڑا گناہ ہے،بلکہ اسلام میں اس کی بہت بڑی سزا بھی ہے۔

اِرتداد کا حکم قرآن و حدیث کی روشنی میں:

اِس حوالے سے یہاں چند آیات قرآنیہ و احادیث کریمہ ملاحظہ فرمائیں اور اپنے نہاں خانہ دل میں انہیں جاں گزیں کرنے کی سعی و کوشش کریں۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَنۡ یَّبۡتَغِ غَیۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡهُ ۚ وَ هُوَ فِی الۡاٰخِرَةِ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ (آل عمران 85)

ترجمہ:”اور جو شخص اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین و مذہب کو اپنائے گا،اللہ کے ہاں اسے قبولیت نصیب نہیں ہوگی اور وہ آخرت میں خسارہ میں ہوگا۔

دوسرے مقام پر فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مَنۡ یَّرۡتَدِدۡ مِنۡکُمۡ عَنۡ دِیۡنِهٖ فَیَمُتۡ وَ هُوَ کَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ هُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ.

ترجمہ:تم میں جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہوجائے پھر کافر ہی مرجائے توان لوگوں کے تمام اعمال دنیا و آخرت میں برباد ہوگئے اور وہ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اسی طرح حدیثِ شریف میں ہے:حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”مَنْ بَدَّلَ دِینَهُ فَاقْتُلُوْهُ“.

ترجمہ:جس نے اپنادین(اسلام)بدل دیاتواس کو قتل کردو۔
(صحیح بخاری، ترمذی، ابوداود، ابن ماجہ، مسند احمد)

دوسری جگہ ہے: حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”مَنْ غَيَّرَ دِيْنَهُ فَاضْرِبُوا عُنُقَهُ“.

ترجمہ:جس نے اپنا دین (اسلام) بدل دیا تو اس کی گردن کو اڑادو۔(مؤطاامام مالک)

اِن کے علاوہ اور بھی بیشتر احکامات قرآن و احادیث میں موجود ہیں،جن سے ارتداد کی راہ پر چلنے والوں کے لیے سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں،یہ تو حکم احادیث ہے۔مرتد اور مرتدہ کے توبہ ورجوع اور قتل وسزا کے سلسلے میں علما،ائمہ،فقہااور محدثینِ اسلام کے مختلف اقوال و مواقف اس پر مستزاد ہیں۔

بہرحال!یہ تو آفتاب نیم روز کی طرح واضح ہے کہ اسلام سے پھر جانے سے دنیا و آخرت کی کس قدر تباہی و بربادی یقینی ہے۔بس قوم کی بچیوں اور عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنے مقدس دین پر سختی کے ساتھ قائم و دائم رہیں،غیروں کے مکروفریب میں آکر اپنے دین و مذہب اور اپنی عزت و غیرت کا سودا نہ کریں،جہاں بھی جائیں یا تعلیم حاصل کریں تو شریعت کے حدود میں رہیں،ہمہ وقت اپنے والدین اور سرپرست حضرات کی تربیت و نگہ داشت میں رہیں،خاص طور سے

اسلامی تعلیمات و احکامات کو اپنے اُوپر بوجھ نہ سمجھیں بلکہ انہیں اپنے لیے حرزِ جان بنائیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اپنا دین بھی سلامت رہے گا اور عزت و آبرو بھی محفوظ رہے گی۔ اللہ تعالیٰ بناتِ حوا کی عزت و ناموس اور ان کے ایمان و عقائد کی حفاظت وصیانت فرمائے۔ آمین

اب ہم یہاں اس حوالے سے ذمہ داران قوم وملت بالخصوص خواتینِ اسلام کی خدمت میں چند معروضات پیش کرنا چاہیں گے، جن پر عمل درآمد کی صورت میں ممکن ہے کہ بہت سے مسائل کا تدارک و حل نکل آئے۔

ذمہ داران سے چند معروضات:

ذمہ دارانِ قوم و ملت کو اس فتنہ کے اسباب و عوامل پر غور و خوض کرنا چاہیے، جس سے اس فتنہ کی جڑوں تک بآسانی پہنچا جاسکے۔

فتنۂ ارتداد کے خلاف ملک گیر یا علاقائی سطح پر ایک کامیاب مہم چلانا چاہیے، جس سے مسلم سماج میں حتی الوسع بیداری لائی جاسکے۔

جو مسلم بچیاں اس فتنہ کا شکار ہوچکی ہیں، یا اس کی زد پہ ہیں، اُس علاقہ کے علما، مشائخ اور باا ثر شخصیات کو فوری ان کے گھروں پر جاکر ان کی بہتر اصلاح و تفہیم کرنا چاہیے اور انہیں یہ باور کرانا چاہیے کہ وہ جو کر رہی ہیں وہ جہاں سماج و معاشرہ کی حیثیت سے غلط ہے، وہیں اسلام و شریعت کے بھی منافی ہیں۔ اس کی اس غلط حرکت سے اس کے افرادِ خاندان کی سماج و معاشرہ میں سرِعام ذلت و رسوائی تو ہوگی، ساتھ ہی ساتھ اس کی آخرت بھی برباد ہوجائے گی۔

ملک گیر یا ریاستی اور ضلعی سطح پر ایسی کمیٹیاں تشکیل دی جائیں، جو ان تمام حالات پر گہری نظر رکھ سکیں اور ان کا تدارک و حل بھی نکال سکیں۔

جو بچیاں عصری اداروں میں پڑھتی ہیں، والدین کو چاہیے کہ ان کے ہر اٹھنے والے قدم پر گہری نظر رکھیں اور کوشش کریں کہ سایہ کی طرح ہمہ وقت ان کے ساتھ رہیں۔ (اسلام بچیوں کی عصری تعلیم کا مخالف نہیں ہے، انہیں ہر طرح کی تعلیم دی جائے لیکن تعلیم کے نام پر جو بے حیائیاں، بے ہودگیاں اور سرِعام برائیاں انجام پارہی ہیں، دراصل ان کا مخالف ہے۔)

جو بچیاں شادی کی عمر کو پہنچ جائے تو فوری ان کی شادیوں کا انتظام کرلیا جائے، یاد رہے کہ تاخیر کی صورت میں اس طرح کے فتنہ خیز حالات پیش آسکتے ہیں، لہٰذا اس بات کا بخوبی خیال رکھیں۔

سماج سے جبری جہیز کی لعنت اور شادیوں میں من مانی مطالبات کو یکسر طور پر ختم کریں، کیوں کہ بچیوں کا غیروں کے ساتھ بھاگ کر شادیاں کرنے کا ایک سبب یہ بھی ہے۔ اس طرح کرنے والوں کے خلاف سخت اقدامات کیے جائیں، جو بعد والوں کے لیے درسِ عبرت بنیں۔

والدین اور سرپرست حضرات کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت و نگہ داشت پر اپنی تمام تر توجہ مرکوز رکھیں۔ اگر ان کی بہتر ماحول میں تربیت رہی تو وہ زندگی میں کبھی بھی اس طرح کی ایمان اور اخلاق سوز حرکات انجام نہیں دے سکتے۔

بچیوں کے ہاتھوں میں اسمارٹ یا اینڈرائڈ موبائل فون تھمانے کا مطلب انہیں خود گناہوں کی طرف آمادہ کرنا ہے۔ عموماً یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ بچیوں کے پاس موبائل آجانے سے پیار و محبت کا ایک دراز سلسلہ شروع ہوجاتا ہے اور پھر دیر رات تک چیٹنگ پر چیٹنگ ہوتی رہتی ہے، جس سے فرار کی راہیں مزید ہموار ہوجاتی ہیں۔ لہٰذا اس سے گریز کریں۔ اگر موبائل دینا اتنا ہی ضروری ہو تو ہر وقت ان کے موبائل کو چیک کرتے رہیں۔

تعلیم گاہوں یا کسی بھی طرح کی تقریبوں میں غیروں کے ساتھ ملنے جلنے اور بات چیت سے سخت منع کریں کہ اسی سے فتنہ کی شروعات ہوتی ہے اور پھر رفتہ رفتہ اِرتداد کا دروازہ کھلتا جاتا ہے، جو آگے چل کر وبالِ جان و ایمان بن جاتا ہے۔

جو بچیاں تعلیم یافتہ ہیں اور وہ کمپنیوں میں جاب کرنے کی خواہاں ہیں، انہیں مسلم معاشرہ ہی میں ان کی اہلیت و قابلیت کے مطابق کچھ ایسے کام دیے جائیں، جنہیں وہ اپنی حیا و عفت کی حفاظت کرتے ہوئے انجام دے سکیں۔ مثلا:

(1) کسی مکتب، مدرسہ یا اسکول میں تدریسی فرائض کی انجام دہی۔ (2) محلہ یا علاقہ کے بچوں کو ٹیوشن یا تربیت دینا۔ (3) کمپیوٹرائز کاموں کے لیے انہیں مواقع فراہم کرنا وغیرہ۔ اگر تعلیم یافتہ بچیوں کو اس طرح کے مواقع و ذرائع فراہم کیے جائیں تو ممکن ہے کہ وہ کمپنیوں میں جاکر غیر مردوں کے شانہ بشانہ جاب کرنے سے احتراز کریں۔

والدین اور سرپرست حضرات سے ادباً گذارش ہے کہ وہ اپنی بچیوں کو خاص طور سے وہ کورسیز اور تعلیم بھی دلوائیں، جنہیں کرکے وہ حیا اور پاکدامنی کے ساتھ اپنا گزر بسر بآسانی کرسکیں اور مسلم

سماج و معاشرہ کی ترویج و ترقی میں اپنا کلیدی کردار بھی ادا کر سکیں۔ یہاں ہم خواتین اور بچیوں کے لیے چند اہم اور مفید کورسیز اور اسکلس کو ذکر کر رہے ہیں، جنہیں کر کے وہ کام یاب اور خوش حال زندگی گزار سکتی ہیں۔

(1)(میڈیکل) ڈاکٹر اور نرس کورس

خواتین ڈاکٹرز نہ ہونے کی وجہ سے عورتوں کا مرد ڈاکٹروں کے پاس علاج کے لیے جانا ان کی بدقسمتی بن گئی ہے۔لہذا مسلم بچیاں اگر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہتی ہیں تو وہ بی یو ایم ایس، بی اے ایم ایس، بی ڈی ایس، ایم بی بی ایس اور بھی دیگر میڈیکل کورسیز ہیں، ان میں زور آزمائی کریں تاکہ ان کے ڈاکٹر یا نرس بننے سے مسلم خواتین کو غیروں کے پاس جانے کی قطعًا حاجت نہ پڑے۔اس سے وہ معاشی طور پر مستحکم بھی ہوں گی اور ان سے سماج و معاشرے کی بہت ساری ضروریات کی تکمیل بھی ہوں گی۔

(2)عالمہ کورس

عالمہ بننے کا مطلب قرآن و حدیث اور دین کی مکمل تعلیم حاصل کرنا ہے۔ اس کورس کو کرنے کے بعد وہ بچی نہ کبھی دین سے بیگانہ ہو سکتی ہے اور نا ہی دوسروں کو دین سے بھٹکنے دے سکتی ہے۔ بعد ازاں وہ کسی مکتب یا لڑکیوں کے دینی ادارے میں پڑھا کر اپنی عائلی ضروریات کو پورا کر کے اپنے شوہر عزیز کا ہاتھ بھی بٹا سکتی ہے۔

(3)ٹیچنگ کورس

جو بچیاں انٹر میڈیٹ یا گریجویشن کر چکی ہیں، وہ ڈی ایڈ، بی ایڈ، ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کر کے اِس کم اور ناخواندہ معاشرے میں آگے بڑھ سکتی ہیں اور باحجاب رہ کر تدریسی فرائض بحسن و خوبی انجام دیں تو اُس سے اچھی خاصی ماہانہ آمدنی حاصل کر کے وہ اپنے اہل و عیال کی کفالت و پرورش بہتر طریقے سے کر سکتی ہیں۔

(4)لیڈیز ٹیلرنگ کورس

خواتین اور بچیوں کے لیے یہ بہت ہی آسان اور مفید کورس ہے، جسے وہ چند مہینوں کی کوششوں اور محنتوں کے نتیجے میں سیکھ سکتی ہیں اور جہاں کہیں رہیں گھر بیٹھے یہ کام کر سکتی ہیں۔

(5)مہندی کورس

امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ عورتوں کے بناو اور سنگار میں بھی بہت زیادہ تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں، جن میں سے ایک مہندی ہے۔آج کل مختلف اور نوع بہ نوع کی ڈیزائین بنائی جا رہی ہیں اور اس کے لیے باضابطہ کورسیز بھی کرائے جا رہے ہیں۔مسلم بچیاں اور عورتیں یہ ہنر سیکھ کر اپنے آپ کو باپردہ رہ کر برسرِ روزگار بنا سکتی ہیں۔

(6)کلاتھ ایمبرائڈری کورس

کلاتھ ایمبرائڈری کا آج بہت زیادہ چلن عام ہے۔مارکیٹ میں اس کی بہت زیادہ ڈمانڈ ہے۔اگر مسلم خواتین یہ اسکل سیکھ جائے تو چہار دیواری کے اندر رہ کر بھی وہ اچھا خاصا پیسہ کما سکتی ہیں اور اپنے افرادِ خانہ کے ساتھ ایک خوش گوار و آسودہ زندگی گزار سکتی ہیں۔

(7)گرافک ڈیزائنگ و آن لائن سروسز کورس

یہ تو کمپیوٹر اور ٹیکنالوجی کا ہی دور ہے، اس سے کون انکار کر سکتا ہے۔یہ کورسیز کر کے مسلم خواتین گھر بیٹھے اچھا بڑا بزنس شروع کر سکتی ہیں اور آف لائن و آن لائن پیسہ کما کر اپنی گھریلو حاجات و ضروریات کی تکمیل کر سکتی ہیں۔

یہ چند اسکلس ہم نے اُن خواتین کے لیے ذکر کیا ہے جو ازدواجی زندگی میں آنے کے بعد معاشی طور پر خود کچھ کرنا اور اپنے رفیقِ حیات کا سہارا بننا چاہتی ہیں۔ہم نے بہت سی خواتین کو اِن متذکرہ بالا سطور کے مطابق پایا ہے کہ وہ ان تمام میدانوں اور شعبوں میں شریعت و سنت کی پاس داری کرتے ہوئے درس و تدریس، صنعت و حرفت اور دیگر کاروباری امور کے فرائض سرانجام دے رہی ہیں۔

قارئینِ کرام! ہم نے اپنے اِس مختصر سے مقالے میں ملک کے فتنہ خیز حالات پر چند اہم باتیں رکھنے کی جسارت و سعی کی اور اور اِن درپیش حالات و مسائل کے اسباب و عوامل کے ساتھ ساتھ ان کا تدارک و حل بھی پیش کیا، امید واثق ہے کہ انہیں سنجیدگی سے لیا جائے گا اور ملک بھر میں اغیار کی شرارتوں اور فتنوں کو ناکام بناتے ہوئے قوم و ملت کی بیٹیوں کی عزت و عصمت کا تحفظ کیا جائے گا۔اسی طرح قوم کا ہر فرد اس سلسلے میں اپنی ذمہ داریوں کو بھی محسوس کرتے ہوئے تگ و دو کرے گا۔

اللہ تعالیٰ قوم و ملت کی بیٹیوں کی حفاظت و صیانت فرمائے، نیز امتِ مسلمہ میں غیرت و حمیت کو بیدار فرمائے اور ہر شخص کو اپنے حصہ کی ذمہ داریاں بحسن و خوبی انجام دینے کی توفیق ارزانی عطا فرمائے۔

آمین بجاہِ سید المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم

***

لڑکیوں کے مرتد ہونے کے اسباب اور ان کا تدارک

از: محمد زاہد رضا، دھنباد

آئے دن ہمیں الکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے ذریعہ سے یہ روح فرسا خبریں موصول ہو رہی ہیں کہ مسلم دو شیزائیں اسلامی تعلیمات اور اسلامی تہذیب کو چھوڑ کر کفر و الحاد کے راستہ پر چل پڑی ہیں، دختران اسلام غیر مسلم لڑکوں سے مشرکانہ رسم و رواج کے ساتھ شادی کر رہی ہیں اور ہندو مذہب اپنا رہی ہیں۔

ایک رپورٹ کے مطابق اب تک تقریباً دس لاکھ لڑکیاں مرتد ہو چکی ہیں جو کہ انتہائی تشویش ناک ہے۔ آخر اتنی برق رفتاری کے ساتھ مسلم لڑکیاں کیوں مرتد ہو رہی ہیں؟ کیوں اپنے مہذب مذہب کو چھوڑ کر غیروں میں شامل ہو رہی ہیں؟ کیوں اپنی عفت و عصمت کے قیمتی جوہر سر عام نیلام کر رہی ہیں؟ جب ہم ارتداد کے اسباب پر غور و فکر کرتے ہیں تو ہمیں مندرجہ ذیل وجوہات کا پتہ چلتا ہے ہم کچھ بنیادی اسباب اور علاج آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

فتنہ ارتداد کے اسباب:

اولاد کی تربیت و اصلاح میں والدین کی کوتاهی: بچوں کی تعلیم و تربیت میں ماں باپ کا کردار سب سے اہم ہوتا ہے۔ بلاشبہ والدین کی گود بچوں کی وہ پہلی درسگاہ ہوتی ہے جہاں سے شعور و آگہی اور تہذیب و اخلاق کی کرن پھوٹتی ہے اور اس کی روشنی میں بچہ شاہ راہ حیات طے کرتے ہوئے منزل مقصود تک پہنچتا ہے۔ مگر صد حیف کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے اس دور میں والدین کی مصروفیت اور غفلت کے باعث بچے اسلامی اور معاشرتی تربیت سے محروم نظر آتے ہیں۔ اسلامی نہج پر ان کی شخصی اور فکری تربیت کرنا مشکل امر ہوتا جا رہا ہے۔ لہذا آج اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ ایک ماں اپنے بچوں کی تربیت اور پرورش کرنے میں بزرگ خواتین اسلام کے احوال و آثار کو اپنائے۔ ان کی زندگیوں کا مطالعہ کرے، اپنے بچوں اور بچیوں کی زندگی کو بہتر بنانے میں مثالی کردار ادا کرے۔ ماں کا مقام بہت بلند ہے، اس کے قدموں کے نیچے جنت ہے، اسے چاہیے کہ وہ خود یا اسلامی تعلیم سے آراستہ خواتین سے اپنی بچیوں کے لیے کچھ وقت حاصل کریں۔

دینی تعلیم کا فقدان: آج ارتداد کی سب سے بڑی وجہ دینی تعلیم کا فقدان ہے۔ عام طور پر بچے اور بچیاں جب چار، پانچ سال کی عمر کو پہنچ جاتے ہیں تو ہم انھیں انگریزی اور عصری علوم سے مزین کرنے کے لیے مشنری اسکولوں میں داخل کر دیتے ہیں جہاں عمدہ تعلیم کے نام پر عیسائیت اور ہندوئیت کو فروغ دے رہے ہیں، اسلامی تہذیب، اسلامی اخلاق اور اسلامی تشخص کو فروغ دینے کا تو ہلکا تصور بھی ان کے ذہن و دماغ میں نہیں ہوتا، جس کی جہ سے مشرکانہ عقائد و افکار کی قباحت مسلم بچیوں کے دل سے نکل رہی ہے، بعض دفعہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ پڑھائی جانے والی کتابیں اسلام کے خلاف ہیں اور باطل افکار پر مشتمل ہیں۔ تو ایسی صورت میں مسلم لڑکیاں کیسے دینی تعلیم سے آراستہ و پیراستہ ہوں گی؟ کیسے سیرت فاطمہ کو پڑھ پائیں گی؟ کیسے صلاۃ و صوم کی پابند ہوں گی؟ ظاہر سی بات ہے جب مسلم لڑکیوں کے اندر دینی تعلیم کا فقدان اور عصری تعلیم کی رغبت ہوگی تو وہ فتنۂ ارتداد کے شکار تو ہوگی ہی۔ اللہ تعالی دختران اسلام کی حفاظت فرمائے۔

مخلوط نظام تعلیم: اسکولوں اور کالجوں میں رائج مخلوط نظام تعلیم ایک ایسا سم قاتل ہے جس نے ملت اسلامیہ کے نوجوان نسل کے اندر غیرت ایمانی، حیاء اور شرافت کا جنازہ نکال کر رکھ دیا ہے، مخلوطی تعلیم کی وجہ سے مسلم لڑکیاں غیر مسلموں کے دام محبت میں آسانی سے پھنس کر ان کی شیطانی حملے کا شکار بن جاتی ہیں اور وقتی دوستی اور معمولی منفعت کے چکر میں آسانی سے مرتد ہو جاتی ہیں، اسی وجہ سے اسلامی تعلیمات میں مخلوطی تعلیم کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے، دین اسلام تعلیم نسواں کا مخالف نہیں ہے، بل کہ مذہب اسلام عورت کو اجنبی مردوں کے ساتھ اختلاط کو منع کرتا ہے اور پردے کے اہتمام کے ساتھ تعلیم کی اجازت دیتا ہے، صرف حصول تعلیم کے ان طریقوں سے منع کرتا ہے جس کے ذریعہ سے نسوانیت کا تقدس یا اس

متعلم: جامعہ اشرفیہ مبارک پور

کی عزت وعصمت کے داغ دار ہونے کا خدشہ ہو۔ کیوں کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ لڑکیاں گھر سے یہ کہ کر نکلتی ہیں کہ پڑھنے جارہی ہوں لیکن وہ پڑھنے جانے کے بجائے اپنے Boyfriend کے ساتھ ہوٹلوں، پارکوں اور نائٹ کلبوں میں چلی جاتی ہیں اور رنگ رلیاں مناتی ہیں، تو ایسی تعلیم کا کیا فائدہ جو مسلم شہزادیوں کو بدکرداری، فحاشی، اور عریانیت کے سمندر میں ڈبو کر انھیں نور ایمانی سے محروم کردے اور ایمان جیسی عظیم دولت سے تہی کر کے کافروں کی گود میں ڈال دے۔

مخلوط ملازمتیں: آج دواخانہ، شفاخانہ، اسپتال، بازار، کال سینٹر، دفاتر اور کالجز وغیرہ میں خواتین بغیر شرم وحیا اور بے پردگی کے مردوں کے شانہ بشانہ کھڑے ہو کر ملازمت کی خدمات انجام دے رہی ہیں اور اپنے اہل خانہ کی پرورش کررہی ہیں۔ مسلم لڑکیاں بھی ان جگہوں پر ملازمت کرتی ہوئی نظر آرہی ہیں، مخلوط ملازمت کے دوران ان کا غیروں کے ساتھ اختلاط میل جول اور گھنٹوں تک ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا رہتا ہے، اجنبی مردوں کے ساتھ تنہائی کی نوبت بھی آتی ہے، ایسے وقت میں بیمار ذہن و اخلاق کے لوگ موقع کا فائدہ اٹھا کر انھیں اپنا شکار بنا لیتے ہیں اور ہماری بہنیں بغیر غور وفکر اور تردد کے ان کے ساتھ شادی کر کے اپنی خاندانی وجاہت و شرافت کو بھرے بازار نیلام کر دیتی ہیں۔

بے جا خرچ والی شادیاں: آج ہم جھوٹی شان و شوکت کی خاطر شادیوں میں بے دریغ رقم خرچ کر رہے ہیں، جس کی وجہ سے غریب اور متوسط گھرانوں کی لڑکیوں کی شادی نہیں ہو رہی ہے، ان کے والدین کی راتوں کی نینداور دن کا چین وسکون حرام ہو گیا ہے۔ مہنگے لباس، قیمتی سامان، جہیز، اعلی شادی خانے کا نظم، لوازمات سے بھرپور طعام کا مطالبہ بچیوں کے گناہ میں ملوث ہونے کا ذریعہ بن رہا ہے۔ ہم ان جوان بچیوں کے تئیں ذرہ برابر بھی فکر مند نہیں ہو رہے ہیں جو اپنے والدین کی غربت اور مہنگی شادیوں کی وجہ سے باطل مذہبوں کے لڑکوں سے رشتہ ہموار کر رہی ہیں اور ان سے شادی کر کے ہندو مذہب کے مطابق اپنی زندگی گزار رہی ہیں۔

کثرت سے سوشل میڈیا کا استعمال: آج موبائل ہماری زندگی کا ایک اہم حصہ بن چکا ہے، ہر شخص کے پاس قیمتی اسمارٹ فون موجود ہے۔ آج سوشل میڈیا نے صارفین کو اپنا ایسا دیوانہ بنا لیا ہے کہ اب اس سے ان کا نجات پانا بے حد مشکل ہو گیا ہے۔ کیا جوان کیا ضعیف؟ کیا مرد کیا عورت؟ کیا لڑکا کیا لڑکی؟ ہر شخص سوشل میڈیا کا زلف اسیر ہو چکا ہے۔ مسلم لڑکیاں کثرت کے ساتھ فیس بک، ٹویٹر، انسٹاگرام، ٹک ٹاک، واٹس ایپ استعمال کر رہی ہیں اور اپنی ویڈیو بنا کر شیئر کر رہی ہیں اور لائک وغیرہ حاصل کر رہی ہیں، ذرا سوچیے جس باپ کی پوری زندگی بیٹی کو کپڑا پہنانے اور سنوارنے میں گزر گئی آج وہی بیٹی سوشل میڈیا میں اپنے جسم کی نمائش کر کے چند رقم اور لائک حاصل کر رہی ہیں اور اپنی عفت و پاک دامنی کو چاک کر رہی ہیں۔

والدین کی بیٹیوں پر بے انتہا شفقت و محبت، ان کی تمام خواہشات کی تکمیل اور سوشل میڈیا کے کثرت استعمال نے لڑکیوں کو ارتداد کے سمندر میں غرقاب کرنے میں ایک اہم کلیدی رول ادا کیا ہے۔

ہماری ذمہ داریاں:

فتنہ ارتداد کے سدباب کے لیے ہمیں غور وفکر کرنی چاہیے کہ آخر اس دجالی فتنہ کو کیسے روکا جائے؟ کیسے اس فتنہ کی بیخ کنی کی جائے؟ کیسے اس فتنہ سے مسلم بچیوں کی حفاظت کی جائے؟ جب ہم ان چیزوں پر غور وفکر کرتے ہیں تو چند باتیں سطح ذہن پر آتی ہیں جن سے لڑکیوں کو مرتد ہونے سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔

(1) والدین کی یہ اولین ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اولاد کی بہترین انداز اور اسلامی ماحول میں اصلاح و تربیت کریں، انھیں عمدہ طور پر تعلیم و نصیحت کریں، ہر قدم پر ان کی رہنمائی کا فریضہ سر انجام دیں، ان کی ذہنی و نفسیاتی تربیت پر کامل توجہ دیں، اسلامی تعلیمات سے روشناس کرائیں، سیرت رسول، اسوۂ صحابہ، صالحین و صالحات کے سچے واقعات سنائیں، پڑھائیں اور احکام شریعت پر مکمل کاربند کریں۔ نیز اسلامی تعلیمات و تربیت سے مزین کرنے کے لیے علمائے کرام سے قرآن عظیم اور دینی کتابوں کے درس کا بھی اہتمام کریں۔

(2) مخلوطی نظام تعلیم سے بچیوں کو حتی الامکان بچایا جائے۔ جو لڑکیاں اسکولوں اور کالجوں میں پڑھ رہی ہیں والدین کو چاہیے کہ ان کے ہر اٹھنے والے قدم اور عادات و اخلاق پر گہری نظر رکھیں اور کوشش کریں کہ سایہ کی طرح ہمہ وقت ان کے ساتھ رہیں۔ ٹیوشن کے نام پر اجنبی لڑکوں سے اختلاط کا موقع ہر گز نہ دیں اور کالج کی آمد و رفت کا انتظام خود کریں۔

(3) موبائل ریچارج، زیراکس، کریم پاؤڈر، صابن، فیس

واش کی خرید وفروخت یا کسی اور کام کے لیے لڑکیوں کو ہر گز غیر مسلموں کی دکان پر جانے کی اجازت نہ دی جائے، اسی طرح کالج کے اندر یا اس سے قریب غیر مسلموں کے کینٹین سے بچنے کی ہدایت کی جائے۔

(4) لڑکیوں کو موبائل اور لیپ ٹاپ سے دور رکھا جائے، اگر کوئی لڑکی کسی تعلیمی ضرورت کے تحت انٹرنیٹ استعمال کر رہی ہے تو ان کی مکمل نگرانی کی جائے، ان کو ایسی نشست دی جائے جہاں سے ہر شخص کا گزر ہو اور اس کی نظر اس پر پڑ سکے کیوں کہ بھٹکنے اور بہکنے کے اکثر دروازے انٹرنیٹ کے ذریعہ ہی کھلتے ہیں۔

(5) وقفے وقفے سے خواتین کے اجتماعات کیے جائیں، لڑکیوں کی بے راہ روی اور دینی بگاڑ کی اصلاح کی جائے، خصوصاً جوان لڑکیوں کو اجتماع میں لانے کی مکمل کوششیں کی جائے اور انھیں سیرت مصطفوی اور سیرت فاطمہ سے روشناس کرایا جائے۔ مزید برآں ایں کہ انھیں فتنۂ ارتداد کے سخت عذاب سے باخبر کیا جائے اور یہ بھی بتا دیا جائے کہ انتہا پسند کٹر ہندتوا کے حامی لیڈران غیر مسلم لڑکوں کو باضابطہ تربیت دے رہے ہیں کہ وہ مسلم لڑکیوں کے پیچھے پاگل کتے کی طرح پڑ جائیں اور انھیں سبز خواب دکھا کر ان سے شادی کرکے ان کی زندگی کو اجیرن کر دیں اور ان کے عوض داد و تحسین، موٹی رقم، جاب اور فلیٹ وغیرہ بشکل انعام حاصل کریں۔

یہاں پر یہ بھی بتا تا چلوں کہ جو لڑکیاں اپنی قوم اور مذہب کو چھوڑ کر کافروں کے مذہب میں داخل ہو جاتی ہیں ان کی زندگیاں جہنم بنا دی جاتی ہیں، ان کے ساتھ ناروا سلوک کیا جاتا ہے بلکہ زدوکوب کر کے ان کی جان تک لے لی جاتی ہے۔ اس طرح کے دل دہلا دینے والی کئی خبریں ہم اخبارات میں پڑھ چکے اور ویڈیوز میں دیکھ چکے ہیں۔

اگر کوئی لڑکی اس طرح کی ناپاک حرکت کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو انھیں ہوش کا ناخن لینا چاہیے اور اپنی جان کی حفاظت کرنی چاہیے۔ ورنہ ان کا بھی وہی انجام ہوگا جو دوسری لڑکیوں کا ہوا ہے۔ اگر ماری نہیں جائے گی تو بے یار و مددگار چھوڑ دی جائے گی اس کے بعد نہ وہ گھر کی رہے گی نہ کہیں اور کی بلکہ ذلت بھری زندگی گزارنے پر مجبور ہو جائے گی۔

(6) ذمہ داران قوم و ملت کو اس فتنہ کے اسباب و عوامل پر غور و خوض کرنا چاہیے جس سے اس فتنہ کی جڑوں تک آسانی سے پہنچا جا سکے۔

(7) فتنۂ ارتداد کے خلاف ملک گیر یا علاقائی سطح پر ایک کامیاب مہم چلانا چاہیے، جس سے مسلم سماج میں حتی الوسع بیداری لائی جا سکے۔

(8) جو مسلم بچیاں اس فتنہ کا شکار ہو چکی ہیں یا اس کی زد پہ ہیں، اس علاقہ کے علما، مشائخ اور بااثر شخصیات کو فوری ان کے گھروں پر جاکر ان کی بہتر اصلاح و تفہیم کرنا چاہیے اور انھیں یہ باور کرانا چاہیے کہ وہ جو کر رہی ہیں وہ جہاں سماج و معاشرہ کی حیثیت سے غلط ہے، وہیں اسلام و شریعت کے بھی منافی ہیں۔ اس کی اس غلط حرکت کی وجہ سے اس کے افراد خاندان کی سماج و معاشرہ میں عام ذلت و رسوائی تو ہوگی ہی ساتھ ہی ساتھ اس کی آخرت بھی برباد ہو جائے گی۔

(9) ملک گیر یا ریاستی اور ضلعی سطح پر ایسی کمیٹیاں تشکیل دی جائیں جو ان تمام حالات پر گہری نظر رکھ سکیں اور ان کا تدارک و حل نکال سکیں۔

(10) جو بچیاں شادی کی عمر کو پہنچ جائے تو فوری طور پر ان کی شادیوں کا انتظام کر لیا جائے، یاد رہے کہ تاخیر کی صورت میں اس طرح کے فتنہ خیز حالات پیش آسکتے ہیں لہذا اس بات کا بخوبی خیال رکھیں۔

(11) سماج سے جبری جہیز کی لعنت اور شادیوں میں من مانی مطالبات کو یکسر طور پر ختم کریں، کیوں کہ بچیوں کا غیروں کے ساتھ شادیاں کرنے کا ایک سبب یہ بھی ہے۔ اس طرح کرنے والوں کے خلاف سخت اقدامات کیے جائیں جو بعد والوں کے لیے درس عبرت بنیں۔ (6 نمبر سے لے کر 11 نمبر تک "سوغات جمعہ" خطبہ نمبر 86 سے ماخوذ ہے)

جس طرح بیسویں صدی کے نصف میں شہزادۂ اعلی حضرت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ اور دیگر علما و مشائخ اہل سنت نے "شدھی تحریک" کو اپنی دعوت و تبلیغ، حکمت و موعظمت اور قلم و قرطاس کے ذریعہ عوام و خواص کے سامنے طشت از بام کیا تھا اور اس کے استیصال و انسداد میں ناقابل فراموش کارنامہ انجام دیا تھا، آج علمائے کرام و پیران عظام کو بھی چاہیے کہ اپنے اکابر و اسلاف کے طریقہ کار اور ان کے نقوش راہ پر چلتے ہوئے اس فتنۂ عظیم کے خاتمہ کے لیے جدوجہد کریں اور مسلم بہن بیٹیوں کو ان منصوبہ بند اور گھنونی سازشوں کا شکار ہونے سے بچائیں، کیوں کہ بہن بیٹیاں خاندان کی زینت، گھروں کی زونق اور والدین کے آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی ہیں انھیں غیروں کا لقمۂ ہوس نہ بننے دیں۔ ▫

نگھداشت

بچّوں میں خود اعتمادی

ریحانہ قادری

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ عطا کیا۔ اور اُن میں تخلیقی صلاحیتیں بھی رکھی تاکہ انسان اُن کو اجاگر کریں اور دنیا میں کامیابی حاصل کریں۔ اس طرح بچوں میں بھی تخلیقی صلاحیتیں پوشیدہ ہوتی ہیں شرط یہ ہے کہ انہیں پہچان کر بروئے کار لایا جائے۔ یہ والدین کی، خاص طور پر ماؤں کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ بچوں کی صلاحیتوں کو سمجھیں اور انہیں اجاگر کر کے اُن میں خود اعتمادی کا جذبہ پیدا کریں کیوں کہ خود اعتمادی ہی زندگی کو کامیاب اور خوشگوار بناتی ہے۔

بچوں میں خود اعتمادی کی کمی تب ہوتی ہے جب مائیں انہیں حد سے زیادہ پیار کرتی ہیں اور اُن کے ہر کام میں اپنے فیصلے اور رائے مسلط کر دیتی ہیں۔ غلط، خوف زدہ اور منفی مشورے دیتی ہیں، مثلاً کھانا کھالو بیٹا ورنہ بھوت آکر کھائے گا یا بھوت آکر پکڑ لے گا۔ پڑھائی کے دوران کہتی ہیں، ”اچھا پڑھ لو بیٹا، امتحان کی تیاری اچھے سے کرلو ورنہ فیل ہو جاؤ گے“۔ اور اُن پر کسی نہ کسی بات پر تنقید کرتی ہیں۔ مثلاً: تم ٹھیک سے پڑھتے نہیں ہو، ہر وقت تمھارا دھیان کھیل میں ہی رہتا ہے۔ اپنی تحریر سدھارو، کتنا گندہ لکھتے ہو۔ اور -دوسرے بچے دیکھو کتنا اچھا پڑھتے لکھتے ہیں اور اچھے نمبرات سے امتحان میں کامیاب ہوتے ہیں۔ ایسے تنقیدی اور منفی جملے کہہ کر ان کے اعتماد کو کمزور کر دیتی ہیں۔ اور بچہ حد درجہ خوف زدہ ہو جاتا ہے، اس کی ہمت ٹوٹ جاتی ہے اور وہ ہمیشہ دکھی رہتا ہے۔ مائیں اپنے بچوں کو مشورہ دیں، بے شک دیں لیکن مشورے صحیح اور مثبت ہونے چاہئیں تاکہ بچوں میں خود اعتمادی پیدا ہو سکے۔ بچوں میں خود اعتمادی کا جذبہ پیدا کرنے کے مندرجہ ذیل نکات ہیں جن سے مائیں اپنے بچوں میں خود اعتمادی کا جذبہ پیدا کر کے ان کی زندگی کو کامیاب اور خوش و خرم بنا سکتی ہیں:

مثبت سوچ: سب سے پہلے ماؤں کو اپنی سوچ مثبت کرنی ہوگی تاکہ بچے بھی اپنی ماؤں میں ہمت، حوصلہ اور لگن کا جذبہ دیکھ کر خود بھی اپنی سوچ مثبت کر سکیں۔ ماؤں کو چاہیے کہ شروع ہی سے بچوں کے سامنے مثبت باتیں کریں، خوش اور پر اعتماد رہیں۔ بچوں کو تسلی دیں انہیں اچھی اچھی مثالیں دے کر ان کی سوچ کو مثبت بنائیں ان میں ہمت پیدا کریں۔

پڑھائی کا جذبہ: بچوں کو علم کی اہمیت سے آگاہ کریں اور ان میں پڑھنے، لکھنے کا جذبہ پیدا کریں، نصابی اور غیر نصابی کتابیں لاکر انہیں پڑھنے دیں تاکہ ان کی معلومات میں اضافہ ہو سکے اور وہ لوگوں کے سامنے ہمت سے اپنے خیالات کا اظہار بخوبی کر سکیں۔ ساتھ ساتھ ان کی تحریر پر بھی توجہ دیں۔ روزانہ ایک صفحہ عبارت لکھوائیں تاکہ ان کا املا درست ہو سکے تحریر درست ہو سکے۔

وقت کی پابندی: بچوں کو وقت کی اہمیت بتائیں اور وقت کی پابندی کا جذبہ پیدا کریں۔ پڑھائی کا، کھیلنے کا، کھانے پینے اور ٹی وی دیکھنے کا ٹائم ٹیبل بنائیں تاکہ بچے ٹائم ٹیبل کے مطابق اپنا ہر کام انجام دے سکیں اور ان میں خود اعتمادی پیدا ہو جائے۔

غیر نصابی سرگرمیاں: ان سرگرمیوں سے بچے تندرست اور صحت مند رہتے ہیں۔ کسی دانش مند نے بجا کہا ہے کہ صحت مند دماغ صحت مند جسم میں ہوتا ہے۔ بچوں کو اسکول میں مختلف پروگرام میں حصہ لینے کے لیے کہیں۔ مثلاً ورزش، دوڑ، آنکھ مچولی، کبڈی وغیرہ سے بچوں میں ہمت اور طاقت پیدا ہوتی ہے کیوں کہ کامیاب اور پر اعتماد زندگی کے لیے ذہنی و جسمانی صحت از حد ضروری ہے۔

ذمہ داری کا جذبہ: اپنے بچوں میں ذمہ داری پیدا کریں۔ ان سے گھر کے چھوٹے موٹے کام کروائیں، مثلاً گھر کی صاف صفائی، بستر لگانا، ڈائننگ ٹیبل پر برتن سجانا، اپنا اسکول بیگ پیک کرنا، باہر بازار سے سودا سلف لانا تاکہ بچوں میں حساب کتاب کرنے کا جذبہ پیدا ہو اور وہ حساب کتاب سیکھ سکیں اور خرید و فروخت میں ماہر ہو سکیں۔ اپنا کام خود کرنے کی عادت ڈالیں، ہر وقت والدین پر منحصر نہ رہیں۔ کچھ نیا انداز اپنانے کی کوشش کریں۔ اگر آپ کا بچہ کوئی نیا کام کرنے کی آرزو کرتا ہے تو اسے کرنے دیں۔ روکیں نہیں بلکہ اس کا ساتھ دیں اور نیا کام کرنے پر اسے شاباشی دیں۔ اگر بچہ کوئی کام غلط کرتا ہے تو اسے ڈانٹیں نہیں بلکہ نرمی سے اس کا نقصان بتا کر سمجھائیں۔ علاوہ ازیں اپنے بچوں کے ساتھ باہر گھومنے جائیں، گھر پر ایک ساتھ مل کر بیٹھیں، ان کے دکھ سکھ بانٹیں، دن بھر کے معمولات پر اظہار خیال کریں، ان کی تکالیف اور مسائل کو سنیں، سمجھیں اور حل کرنے کی کوشش کریں، تاکہ ان کا خوف دل و دماغ سے نکل جائے اور وہ اس بات سے مطمئن ہو جائے کہ ان کے والدین ان کے ساتھ ہیں۔ یہ سوچ کر ان کی ذہنی حالت مطمئن اور مستحکم ہو جائے گی۔ ہمت اور حوصلہ پیدا ہوگا۔ یہی ہمت، حوصلہ افزائی اور خود اعتمادی ان کی کامیابی کی ضامن ہوتی ہے۔ ◎◎◎

جوھو اسکیم، ممبئی

حکمت

پلیسبو کیا ھے؟

اور یہ کس طرح کام کرتا ہے

ڈاکٹر شرمین انصاری

تصور کریں کہ ایک مریض کو ایک گولی دی جاتی ہے اور بتایا جاتا ہے کہ اس سے اس کے درد کو کم کرنے میں مدد ملے گی اور یہ دوا وہ ڈاکٹر دیتا ہے جس پر مریض کو پورا اعتماد ہوتا ہے۔ دراصل یہ کوئی دوا نہیں ہوتی محض شکر کی گولی ہوتی ہے۔ لیکن یہ بات مریض کو نہیں پتہ ہوتی، وہ اسے حقیقی دوا سمجھ کر کھاتا ہے اور صحت یاب ہو جاتا ہے۔ اس طرح بغیر دوا کے صحت یاب ہونے کے نفسیاتی عمل اور رجحان کو پلیسبو افیکٹ (Placebo Effect) کہتے ہیں۔ دراصل پلیسبو ایک ڈمی دوا ہے۔

اکثر خواتین کی بیماریاں کچھ حقیقی اور کچھ ذہنی اختراع ہوتی ہیں۔ اکثر خواتین سوچتی ہیں کہ انہیں جو بیماری ہے وہ محض دوا کھانے ہی سے ٹھیک ہو گی اور وہ بے دریغ دوائیاں کھاتی ہیں جس کے اکثر نقصانات بھی سامنے آتے ہیں۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ اس تکنیک کا استعمال کر کے دوا کے بجائے انسانی دماغ کو گمراہ کر کے مرض کو ٹھیک کیا جا سکتا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ پلیسبو افیکٹ دراصل مثبت سوچ کا نتیجہ ہے۔ جب آپ کو یہ پختہ یقین ہوتا ہے کہ اس دوا سے میں ٹھیک ہو جاؤں گی تو واقعی اس کا نتیجہ مثبت نکلتا ہے۔ یہ تکنیک دماغ اور جسم کے درمیان ایک مضبوط تعلق پیدا کرنے کے بارے میں ہے۔

اس کے نفسیات پر اثرات:

کلاسیکی کنڈیشننگ: کلاسیکی کنڈیشننگ سیکھنے کی ایک قسم ہے۔ یہ تب ہوتا ہے جب مخصوص کسی چیز کو کسی خاص رد عمل سے جوڑتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر آپ کوئی مخصوص کھانا کھانے کے بعد بیمار ہو جاتی ہیں تو آپ اس کھانے کو اپنی بیماری کا سبب سمجھتی ہیں اور مستقبل میں اسے کھانے سے گریز کرتی ہیں۔ پلیسبو افیکٹ بھی اسی نہج پر کام کرتا ہے، آئیے دیکھیں کس طرح؟

اگر آپ سر درد کے لیے ایک مخصوص دوا لیتی ہیں تو آپ اس دوا کو درد سے نجات کے ساتھ جوڑنا شروع کر دیتی ہیں اور اگر آپ کو سر درد کے لئے اس دوا جیسی نظر آنے پلیسبو گولی بھی دی جائے تو بھی آپ اس کو کھا کر درد میں کمی محسوس کریں گی۔ پلیسبو افیکٹ ایک شخص کی توقعات میں کافی اثر رکھتا ہے۔ اگر آپ کو کسی چیز سے پہلے سے توقعات ہیں تو وہ اس کے بارے میں آپ کو متاثر کر سکتے ہیں۔ لہذا اگر آپ کو امید ہے کہ گولی آپ کو بہتر محسوس کروائے گی تو آپ اسے کھانے کے بعد بہتر محسوس کریں گی۔

ہارمونل رسپانس: پلیسبو لینے سے اینڈروفنز کا اخراج ہوتا ہے۔ اینڈروفنز کی ساخت مورفین اور دیگر افیون والی درد کش ادویات کی طرح ہوتی ہے اور یہ دماغ کی اپنی قدرتی درد کش ادویات کے طور پر کام کرتی ہیں جن کی وجہ سے خود بخود درد میں کمی محسوس ہوتی ہے۔

جینیات: جینز اس بات پر بھی اثرانداز ہو سکتے ہیں کہ لوگ پلیسبو کے علاج کے بارے میں کیسے رد عمل ظاہر کرتے ہیں۔ کچھ لوگ جینیاتی طور پر پلیسبو کا اثر زیادہ قبول کرتے ہیں۔ ایک تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ جن لوگوں کا جین متغیرّ ہوتا ہے جو دماغی کیمیکل ڈوپامائن کی اعلیٰ سطح کے لئے کوڈ کرتا ہے وہ کم ڈوپامائن والے ورژن والے افراد کے مقابلے میں پلیسبو افیکٹ سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔

پلیسبو کے صحت پر اثرات:

درد: پلیسبو کے ذریعے درد میں کمی واقع ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ پلیسبو قدرتی درد کش ادویات کی اخراج کی وجہ بنتا ہے جسے اینڈروفنز کہتے ہیں۔ اس طرح تحقیق سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ پلیسبو درد کم کرتا ہے۔ 2014ء کے ایک چھوٹے سے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ ایپوڈک مائیگرین والے 66 افراد پر پلیسبو افیکٹ کا تجربہ کیا گیا جنہیں ایک تجویز کردہ گولی لینے کے لئے کہا گیا تھا۔ اور انہیں کہا گیا کہ یہ درد کو ختم کرنے والی دوا ہے۔ کافی لوگوں نے ڈمی دوا کھانے کے باوجود درد کے کم ہونے کی اطلاع دی۔

کینسر: پلیسبو افیکٹ کا مطالعہ کینسر سے بچ جانے والوں پر بھی کیا گیا جو کینسر سے متعلق تھکاوٹ کی شکایت کر رہے تھے۔ شرکاء کو تین ہفتوں کا علاج دیا گیا اور پلیسبو دواؤں کا استعمال کیا گیا۔ دوا لینے کے دوران اور بند کرنے کے تین ہفتوں بعد بھی مریضوں نے علامات میں بہتری کی اطلاع دی۔

تناؤ: پلیسبو افیکٹ کے ذریعے ذہنی دباؤ کو کم کیا جا سکتا ہے۔ پلیسبو کے استعمال سے جسم میں موجود اورینالائن نامی کیمیکل کم ہوتا ہے، یہ کیمیکل تناؤ کا سبب بنتا ہے۔ پلیسبو افیکٹ لوگوں کے محسوس کرنے کی طاقت پر ایک توانا اثر ڈال سکتا ہے لیکن یہ کسی بنیادی حالت کا علاج نہیں ہے۔ واضح رہے کہ مریضوں کو بتائے بغیر عملی طور پر پلیسبو استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ البتہ اس تکنیک پر اب بھی تحقیق جاری ہے۔ ▪▪▪

نباتات

کھمبی کے حیرت انگیز فوائد

خلیل احمد فیضانی

کھمبی ایک قدرتی نبات ہے اس کی سبزی نہایت ذائقہ دار ہوتی ہے، میسر آئے توآپ بھی کبھی اس نعمت سے لطف اندوز ہوں۔ قدیم مصر میں لوگ کھمبی (مشرومز) کے اگنے کوکسی جادوئی عمل کا نتیجہ قرار دیتے تھے کیوں کہ یہ راتوں رات اگ آتی ہے اور نہایت ذائقہ دار بھی ہوتی ہے۔

کھمبی کی بھی اپنی ایک تاریخ ہے۔ عہد قدیم میں اس کا استعمال دوا اور غذا کے طور پر ہوتا تھا جب کہ یونانی حکیم بقراط (جو کہ فادر آف طب مانا جاتا ہے) نے تو کھمبی کو ہڈیوں اور پٹھوں کے درد کو رفع کرنے کا ذریعہ بھی بتایا ہے۔

کھمبی کی طرح ایک اور نبات بھی ہوتی ہے جس کی شکل چھتری کی طرح ہوتی ہے اسے ککر متا کہا جاتا ہے۔ بظاہر تقریبا وہ بھی کھمبی ہی کی طرح ہوتا ہے مگر اس کا فائدہ کچھ بھی نہیں ہوتا ہے، اس کو کھایا جاتا ہے اور نا ہی اسے کسی درد کو رفع کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

ہمارے ہاں یہ کہا جاتا ہے کہ جب آسمانی بجلی گرجتی ہے تو اس کی گرج اور آواز سے یہ کھمبیاں حیرت انگیز طور پر زمین کا سینہ چاک کر کے نکل آتی ہے..غالبا حقیقت بھی یہی ہے کیوں کہ گرمی اور موسم سرما میں کبھی بھی ان کو زمین سے نکلتے دیکھا نہیں گیا اور جب بجلی گرجتی ہے برسات ہوتی ہے تو دوسرے تیسرے دن ہی یہ ذائقہ دار سبزی بہ کثرت دیکھی جاسکتی ہے۔ اس قدرتی نعمت کے کافی سارے فوائد ہیں حتی کے اس کا ذکر حدیث پاک میں بھی ملتا ہے۔ حدیث شریف میں اسے من وسلویٰ میں سے شمار کیا گیا ہے اور اس کے پانی کو آنکھوں کی شفاء یابی قرار دیا گیا ہے۔

عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ ، قَالَ : خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صلى الله تعالى عليه وسلم وَفِي يَدِهِ أَكْمُؤٌ ، فَقَالَ : هَؤُلَاءِ مِنَ الْمَنِّ ، وَهِيَ شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ.

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے دست مبارک میں کھمبیاں تھیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ کھمبیاں من میں سے ہیں اور یہ آنکھ کے لیے شفاء ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ..24161)

حضرت جابر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کھمبیاں بہت زیادہ ہوا کرتی تھی تو بعض صحابہ کرام کہنے لگے کہ یہ زمین کے چیچک ہیں (یعنی جس طرح انسان کے بدن سے بیماری میں چیچک نکلتا ہے گویا یہ بھی زمین کی بیماری میں اس سے نکلتی ہے) اور انہوں نے اسے کھانے سے انکار کر دیا یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ کھمبی زمین کا چیچک ہے، خبر دار سنو یہ زمین کا چیچک نہیں بلکہ من وسلویٰ سے ہے اور اس کے پانی میں آنکھوں کے لیے شفا ہے۔ [شرح مشکل الآثار، 14/367]

علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ کمأة کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ یہ ایک ایسی سبزی ہے جو تنا اور پتوں کے بغیر ہوتی ہے اور زمین میں بغیر بوئے پائی جاتی ہے۔ [فتح الباري لابن حجر، 10/163]

اس کا پانی آنکھوں کے لیے شفا ہے ...اب رہا یہ سوال کہ خالص اس کا پانی ہی آنکھوں کے لیے شفا ہے یا کسی دوسری دوائی وغیرہ میں ملایا جائے تب شفا ہے۔ تو علامہ نووی اس بارے میں لکھتے ہیں کہ: صحیح اور درست بات یہ ہے کہ اس کا پانی مطلقا آنکھوں کے لیے شفا ہے۔ استعمال اس طور پر کرنا ہے کہ پانی کو نچوڑ کر آنکھوں پر لگایا جائے۔

مزید فرماتے ہیں کہ اپنے زمانے میں، میں نے اور میرے علاوہ لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک نابینا تھے جن کی آنکھوں کی بینائی چلی گئی تھی انہوں نے اپنے آنکھوں پر کھمبی کا خالص پانی لگایا تو وہ شفایاب ہو گئے اور ان کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں اور وہ شخصیت علامہ شیخ کمال بن عبد اللہ دمشقی علیہ الرحمہ تھے، جنہوں نے حدیث پاک پر اعتماد کرتے ہوئے اور حدیث سے تبرک کی نیت سے کھمبی کا پانی استعمال فرمایا تھا۔ [النووی، شرح النووی علی مسلم، 14/5]

ان تمام فضائل کے ساتھ ساتھ اس کا سالن بھی بڑا لذیذ اور ذائقہ دار ہوتا ہے، اس کا ذائقہ تقریباً گوشت جیسا ہوتا ہے۔ فقیر نے بھی اس کی سبزی کھائی ہے، اگر صحیح ڈھنگ سے بنایا جائے تو یقینا ایک بار آپ گوشت کو بھی بھول جائیں گے۔

****

استاذ: دار العلوم فیضان اشرف، باسنی

نقدونظر

معارف سلطان المناظرین

مختصر تجزیاتی مطالعہ

مبارک حسین مصباحی

600صفحات پر مشتمل **"معارف سلطان المناظرین"** مفتی عتیق الرحمٰن خان نعیمی بستوی علیہ الرحمہ پر ایک دستاویز ہے۔ اس میں 75برس کی حیات و خدمات اور افکار و معمولات کو جمع کیا گیا ہے۔ اسے محب گرامی ادیب شہیر حضرت مولانا ازہر القادری دام ظلہ العالی نے بڑے سلیقے سے مرتب کیا ہے۔ سات **"نگارشات"** ابتدا میں ہیں۔ دس عدد **"ادعیہ وافرہ"** ہیں۔ سترہ **"تاثرات"** ہیں۔ بارہ **"مکتوبات"** ہیں۔ مشمولات میں حسب ذیل دس ابواب ہیں:

باب اول: سلطان المناظرین! حیات و خدمات
باب دوم: سلطان المناظرین اور ان کے مرشد برحق
باب سوم: سلطان المناظرین اور ان کے اساتذہ
باب چہارم: سلطان المناظرین اور ان کے معاصرین
باب پنجم: سلطان المناظرین اور ان کے تلامذہ
باب ششم: سلطان المناظرین! میدان مناظرہ میں
باب ہفتم: سلطان المناظرین اور مدارس عربیہ کا قیام
باب ہشتم: سلطان المناظرین اپنی تصانیف کے آئینے میں
باب نہم: سلطان المناظرین! شخصیت اور کارنامے
باب دہم: سلطان المناظرین! ارباب علم و دانش کی نظر میں

مؤلف ایک نظر میں:

آپ کی ولادت موضع اونٹیا پوسٹ اسکار بازار ضلع سدھارتھ نگر- یوپی میں 16 ربیع الثانی 1404ھ/11 فروری 1982ء میں ہوئی۔ سدھارتھ نگر کے مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کی اور دورہ حدیث جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف سے 14 صفر 1423ھ/ 28 اپریل 2002ء میں کیا۔ آپ فراغت کے بعد سے آج تک جامعہ اہل سنت امداد العلوم مٹہنا پوسٹ کھنڈسری ضلع سدھارتھ نگر میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

تحریر و نگارش اور شعر و شاعری میں امتیازی مقام رکھتے ہیں۔ لکھتے ہیں اور بھرپور لکھنے کی کاوش فرماتے ہیں۔ متعدد موضوعات 72 کتابیں مرتب فرما چکے ہیں۔ خوش مزاج ملنسار اور بلند اخلاق ہیں۔ ملک اور بیرون ملک تحریر کے حوالے سے گہرے روابط رکھتے ہیں، ہم سے بھی رابطہ ہوا تو مسلسل گفتگو فرماتے رہتے تھے، عزم و حوصلہ کے مضبوط ہیں جو سوچ لیتے ہیں عام طور پر مکمل فرما دیتے۔ ہیں۔ آپ نے نعتیہ شاعری میں بھی کمال حاصل کیا ہے، امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی حدائق بخشش پر مکمل تضمین لکھ رہے ہیں، ہوسکتا ہے پایۂ تکمیل تک پہنچ چکی ہوں۔ اسلام و سنیت کے فروغ کے لیے مسلسل لگے رہتے ہیں رضویات اور علماے اہل سنت آپ کے فکر و قلم کا اہم موضوعات ہیں۔

سلطان المناظرین کا عہد طالب علمی:

سلطان المناظرین حضرت علامہ مفتی عتیق الرحمٰن خان نعیمی قدس سرہ کے نام اور ان کے بلند پایہ کام سے تو ہم عرصۂ دراز سے واقف ہیں، مگر باضابطہ ان کی شخصیت و فکر اور ان کے علوم و معارف

کے مطالعہ کا موقع نہیں مل سکا تھا۔ ہم بے پناہ مبارک باد پیش کرتے ہیں حضرت مصنف کی بارگاہ عالی جاہ میں کہ آپ نے ہمیں ان کی حیات وخدمات کے مطالعہ کا موقع عنایت فرمایا۔ یہ صحیح ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ آپ ایک کثیر الجہات شخصیت ہیں، آپ کے بہت سے رخوں پر حضرت مصنف نے الگ الگ کتابیں لکھی ہیں۔

سلطان المناظرین کی ولادت 1327ھ/1909ء میں موضع اکڑہرا، پوسٹ ڈھبروا، ضلع بستی (حالیہ سدھارتھ نگر) میں ہوئی۔ ان دنوں ضلع بستی، گونڈہ بہرایچ اور گورکھ پور کے علاقے بڑی حد تک غیر مقلدیت زدہ اور وہابیت کی یلغار سے دو چار تھے۔ آپ کے گاؤں اور خاندان پر بھی ان ہی کا تسلط تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے مدرسہ میں حاصل کی، دس برس کی عمر میں 1336ھ/1918ء کو وہابیوں کے قدیم مدرسہ دار الہدیٰ یوسف پور سدھارتھ نگر میں داخلہ لیا اور 1338ھ/1920ء تک تین برس آپ نے یہاں گزارے۔ شوال 1339ھ مئی 1921ء میں آپ غیر مقلدین کے مرکزی مدرسہ رحمانیہ بنارس میں داخل ہوئے اور شعبان 1341ھ 1923ء تک مشکاۃ شریف اور ترمذی شریف تک آپ یہاں مغز ماری فرماتے رہے۔

ان ایام میں آپ نے کیا پڑھا یہ خود سلطان المناظرین کی سمجھ سے بھی باہر تھا۔ عام طور پر ان بدعقیدوں کے مدارس میں پڑھایا کم جاتا ہے، مگر تعلیم وتربیت کا ڈھنڈورا زیادہ پیٹا جاتا ہے۔ حضرت سلطان المناظرین ذہین محنتی، اور علم وفضل کی تلاش میں سرگرداں تھے، 1342ھ/ 1924ء میں حضرت علامہ مشتاق احمد کانپوری جامعہ معینیہ عثمانیہ اجمیر معلی سے مستعفی ہوکر کان پور آگئے تھے۔ آپ کی جگہ مصنف بہار شریعت صدر الشریعہ حضرت مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ تشریف لے گئے۔ آپ کو معلوم ہوا کہ کان پور مدرسہ احسن المدارس میں علم وفضل کے بحر بے کراں حضرت علامہ مشتاق احمد ابن استاذ زمن مولانا احمد حسن علیہما الرحمہ بحیثیت مدرس خدمت انجام دے رہے ہیں۔ خیر آپ وہاں پہنچے، استاذ گرامی نے آپ کی صلاحیت دیکھ کر از سر نو کافیہ سے پڑھانا شروع فرمادیا۔ اب سلطان المناظرین مطمئن ہوئے، گویا کہ شدید پیاسے کو علم وحکمت کا امنڈتا ہوا چشمۂ شیریں مل گیا۔ کم وبیش ایک ماہ کے بعد استاذ گرامی علامہ مشتاق احمد کانپوری مدرسہ شمس العلوم بدایوں شریف 43-1342ھ / 1923ء میں بحیثیت استاذ تشریف لے گئے۔ سلطان المناظرین بھی بحیثیت طالب علم آپ کے ساتھ رہے، چند ماہ کے بعد آپ کان پور واپس تشریف لے گئے، اور حسب سابق چند ماہ تدریسی خدمات انجام دیں۔

”حیات سالک میں ہے کہ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی (1353ھ/1916ء تا 1338/1919ء بدایوں اور 1338ھ/ 1919ء تا 1341ھ/1922ء مینڈھو علی گڑھ سے پڑھ کر) مراد آباد بہ غرض حصول تعلیم تشریف لائے اور حضرت صدر الافاضل نے مفتی صاحب کو، ان کے مطلوبہ معقولات کے اسباق شروع کرادیے۔“ اس کے بعد تحریر ہے:

”اسباق شروع تو کرادیے مگر حضرت کی گوناگوں مصروفیات، ان کے پاس فراغت اور سکون کے لمحات کم ہی چھوڑتی تھیں، نتیجۃً اسباق میں ناغے ہونے لگے، تنگ آکر مفتی صاحب ایک بار مراد آباد سے نکل کھڑے ہوئے۔ صدر الافاضل کو علم ہوا تو انہوں نے آدمی بھیجوا کر مفتی صاحب کو واپس بلوایا اور طے کیا کہ آئندہ مفتی صاحب کی تعلیم کا حرج نہیں ہونے دیا جائے گا، اس کا طریقہ اس کے سوا دوسرا کوئی نہ تھا کہ چوٹی کا کوئی مدرس مستقل طور پر دار العلوم میں موجود ہو۔ چنانچہ حضرت صدر الافاضل نے حضرت علامہ مشتاق احمد کان پوری سے رابطہ قائم کیا جو اپنے وقت میں معقولات کے امام اور نہایت اونچے پایہ کے استاذ شمار ہوتے تھے۔ انہوں (مولانا مشتاق کان پوری) نے یہ شرط پیش کی کہ میرے ساتھ میرے ان تمام طلبہ کے قیام وطعام کا انتظام بھی آپ (صدر الافاضل) کے ذمہ ہوگا جو اس وقت میرے پاس اسباق پڑھ رہے ہیں، حضرت صدر الافاضل نے یہ شرط منظور فرمائی اور حضرت علامہ کان پوری کو جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں بلالیا گیا“۔ (حیات سالک، ص:30/معارف سلطان المناظرین، ص:83)

صدر الافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ نے حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ وغیرہ کی تعلیم کے لیے آپ کو جامعہ نعیمیہ دیوان بازار مراد آباد میں بلالیا حضرت علامہ مشتاق احمد کانپوری نے اپنی آمد کے لیے کچھ طلبہ کو ساتھ لانے کی شرط رکھی جو منظور ہوئی۔

حضرت مصنف نے یہ ثابت کیا کہ ان طلبہ میں سلطان المناظرین بھی تھے۔ اس کے بعد آپ تحریر فرماتے ہیں:

ہاں اس کے برعکس کوئی دوسری تحقیقی صورت سامنے آتی ہے تو راقم اسے قبول کرنے کے لیے تیار ہے۔

مدرسہ اسلامیہ اندر کوٹ میرٹھ کے سرپرست جناب بشیر الدین صاحب کا زبردست اصرار ہوا اور حضرت 1343ھ/مئی 1925ء میں میرٹھ تشریف لے گئے۔ ساتھ میں حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی اور حضرت سلطان المناظرین بھی تھے۔ یہاں حضرت سلطان المناظرین نے تین سال اپنے استاذ گرامی سے پڑھا اور شعبان المعظم 1346ھ/فروری 1928ء میں دستار فضیلت اور سند فراغت حاصل کی۔

اب ہم یہاں یہ تحریر کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ حضرت مصنف نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت نے میرٹھ کے حصول علم کے دور میں ملاحسن کا عربی حاشیہ لکھا۔ آخری صفحہ پر آپ کی دستخط کے ساتھ 17 جمادی الثانی 1346ھ مذکور ہے۔ حضرت مصنف نے اس سوال کے بھی انتہائی معلومات افزا تین جوابات تحریر فرمائے ہیں، یہ فکر انگیز جوابات بھی پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں، مگر ان کے تسلیم کرنے پر آپ پابند نہیں ہیں، بلکہ آخر میں لکھتے ہیں:

"لہٰذا معاملہ بالکل واضح ہے کہ سلطان المناظرین نے سنہ مذکور ہی میں سند فراغت پائی اور ملاحسن کا حاشیہ آپ نے اس سے پہلے ہی لکھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔"

آپ بحیثیت سلطان المناظرین:

حضرت سلطان المناظرین اپنے عہد کے عظیم مناظر تھے، طالب علمی کے دور سے لے کر تا عمر آپ بد عقیدوں سے مباحثے اور مناظرے فرماتے رہے اور مستحکم دلائل و شواہد کے سامنے بڑے سے بڑا بد عقیدہ مولوی شکست فاش پاکر اپنا سا منہ لے کر رہ جاتا تھا۔ آپ نے فراغت کے بعد قریب دو برس ثبات قدمی کے ساتھ دعوت و تبلیغ کے فرائض انجام دیے، اس کے بعد آپ حضرت شعیب الاولیا کے پاس پہنچے کہ آپ کوئی ادارہ قائم فرمائیں، یہ کوئی 1351-52ھ/33-1932ء کی بات ہے، تو براؤں شریف میں مدرسہ فیض الرسول قائم ہوا۔

آپ نے جن مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں ان میں مدرسہ ضیاء الاسلام گورکھ پور، حضرت شعیب الاولیاء قدس سرہ کے اسرار پر دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف، اس کے بعد تلسی پور میں جامعہ انوار العلوم۔

اس عہد کی قدرے تفصیل بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ سابق استاذ مدرسہ انوار العلوم تلسی پور ضلع گونڈہ [م:15 محرم الحرام 1434ھ/29 نومبر 2012ء] نے اپنی معروف کتاب "الشاہد" میں رقم فرمائی ہے۔ واضح رہے کہ حضرت بحر العلوم نے یہ اہم کتاب 1949ء سے 1956ء کے درمیان تحریر فرمادی تھی، مگر بعض موانع کی وجہ سے اس کی اشاعت نہیں ہو سکی تھی۔ 1960ء میں اس کی اولین اشاعت ہوئی۔

"متشدد غیر مقلد خاندان کے ایک فرد کے دل میں علم دین کے حصول کا جذبہ پیدا ہوا۔ اور قسمت نے ان کو ایک سنی عالم دین حضرت الاستاذ مولانا مشتاق احمد صاحب کانپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لاڈالا۔ علم کی حقیقی روشنی پانے کے بعد گھر لوٹے تو ان کی حالت ہی عجیب ہوگئی۔ جیسے از سر نو وہ مسلمان ہوئے ہوں۔ اور نو مسلموں کے سے ہی جوش و خروش کے ساتھ پورے علاقہ میں مسلک حنفیت کی تائید و نصرت کے لیے آمادہ ہوگئے، چونکہ خود ذی علم تھے اس لیے کثیر التعداد مناظروں میں ترکی بہ ترکی ان کا جواب دیا۔ ایک دار العلوم بنام انوار العلوم کی بنیاد ڈالی اور علمائے اہلسنت کو بلا بلا کر سال بسال تبلیغی جلسے بھی کردیے اور اس راہ میں پیش آنے والی ہر مصیبت کا خندہ پیشانی سے استقبال بھی کیا۔ مدعیان ایمان و توحید نے ان کے ستانے کے سارے ہی ہتھکنڈے استعمال کیے اور ذلیل سے ذلیل حرکتیں کیں۔ لیکن استقلال کے ساتھ تھوڑی ہی جدوجہد کے بعد مطلع صاف ہونے لگا۔ اور اہلسنت و جماعت کی حقانیت کا آفتاب نصف النہار پر چمکنے لگا۔ وہ مرد حق آگاہ اور عالم حق پناہ آج اس علاقہ کی مشہور دینی و علمی شخصیت مولانا عتیق الرحمٰن صاحب تھے۔

حضرت بحر العلوم مزید لکھتے ہیں:

1949ء میں تدریس کے سلسلے میں جب میرا قیام مولانا کے قائم کردہ ادارے انوار العلوم تلسی پور ضلع گونڈہ میں ہوا۔ تب بھی مولانا اور غیر مقلدین کے درمیان "مسئلہ حاضر و ناظر" پر تحریروں کا تبادلہ جاری تھا۔ غیر مقلدوں کی طرف سے دو رسالے "جوابات حاضر و ناظر" اور "خیر الامم" اس مسئلہ کے خلاف اور "خیر الانبیاء" (مولانا عتیق الرحمٰن صاحب کی تحریر) اس مسئلہ کی تائید میں شائع ہو چکے تھے۔

مولانا نے اپنی تحریر میں "مسئلہ حاضر و ناظر" کے معنی کی وضاحت کی تھی، کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے سے علمائے اہلسنت کیا مراد لیتے ہیں۔ کیوں کہ جب تک دعوی متعین نہ ہو، دلیل کی حیثیت بے معنی بحث کی ہوتی ہے۔" (الشاہد، ص:4،5)

حضرت بحر العلوم کی یہ کتاب اپنے موضوع پر بے مثال تھی

اور آج بھی بے مثال ہے، کم از کم میری نگاہ سے کوئی دوسری کتاب اس موضوع پر اتنی اہم نہیں گزری۔

حضرت سلطان المناظرین بلند پایہ محقق و مصنف تھے۔ آپ نے ہند و نیپال میں اصلاح فکر و اعتقاد اور بد مذہبوں کی تردید میں تاریخی کردار ادا کیا، تاریخی مناظرے فرمائے، اس لیے زمانہ آپ کو سلطان المناظرین کے نام سے جانتا اور مانتا ہے۔

تصانیف:

آپ نے دس عدد اپنی گراں قدر علمی اور تحقیقی تصانیف بھی چھوڑی ہیں۔ پیش نظر معارف کے باب ہشتم "سلطان المناظرین اپنی تصانیف کے آئینے میں" حضرت مصنف نے ان کتب کا تعارف بھی رقم فرمایا ہے، ہم ذیل میں صرف کتابوں کے نام رقم کرتے ہیں:

(1)-التحقيقات المرضية في رد تلبيسات الوهابية-

(2)- خير الانبياء

(3)-المكالمه نمبر (1) قرأة خلف الامام

(4)-المكالمة نمبر (2) رفع يدين

(5)-المكالمة نمبر (3) علم النحو عربی

(6)-حاشیہ ملا حسن

(7)-درہ سلطانی بر فاضل رحمانی

(8)-اہمیت زکوٰۃ اور اس کے مصارف

(9)-علم فلکیات

(10)-کتاب الحکمۃ معروف بہ نسخہ جات ادویہ

اللہ تعالیٰ ان تمام کتابوں کو مستقل شائع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تدریسی فیضان اور تلامذہ:

آپ علوم و فنون کے امنڈتے ہوئے سیل رواں تھے، آپ نے متعدّد مقامات پر تدریسی خدمات انجام دیں۔

آپ کے تلامذہ میں عظیم خانقاہوں کے مرشدین طریقت بھی پیدا ہوئے اور ماہرین حدیث و تفسیر بھی، درس گاہوں کے لیے غزالی دوراں پیدا ہوئے اور قابل صد افتخار محققین و مصنفین بھی۔ خدا جانے آپ کی درس گاہ میں وہ کون سا کمال تھا، جس رخ پر توجہ فرما دیتے اندھیروں میں اجالے چھا جاتے اور بد عقیدگیوں کے طوفانوں کا رخ موڑ دیتے۔

جن کے کردار سے آتی ہو صداقت کی مہک
ان کی تدریس سے پتھر بھی پگھل سکتے ہیں

آپ کے تلامذہ کو ہم کم از کم پانچ خانوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ اس تقسیم کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ دوسرے خانوں کے تلامذہ علم و عمل کے بنیادی اوصاف سے خالی تھے، بلکہ مقصد صرف ترجیحی بنیاد ہے۔ ہر عالم کی ایک ترجیح ہوتی ہے، جس کی وجہ سے وہ اپنے احباب اور معاصرین سے ممتاز نظر آتا ہے جن کی قدرے توضیح اس طرح کی جا سکتی ہے۔

(1) صوفیائے کرام اور مرشدان طریقت۔

(2) ممتاز مدرسین اور حدیث و تفسیر کے نام ور مشائخ۔

(3) علوم عقلیہ اور نقلیہ کے ماہرین اساتذہ۔

(4) اعلیٰ مبلغین اور مناظرین۔

(5) داعیان امت اور باکمال مصنفین۔

اب مضمون کا تقاضا تھا کہ ان خانوں میں آپ کے بزرگ تلامذہ کو تقسیم کیا جائے مگر اس تفصیل اور تجزیے میں گفتگو طویل ہو جائے گی جس کی یہاں گنجائش نہیں۔ ہم چند معروف تلامذہ کا ذکر کرتے ہیں:

(1)- پیر طریقت شاہ صوفی صدیق احمد [خلیفہ صاحب] علیہ الرحمہ:

آپ کی ولادت معروف خانقاہ قادریہ محبوبیہ یار علویہ براؤں شریف ضلع سدھارتھ نگر میں 1916 میں ہوئی، آپ کا سلسلہ نسب 28 واسطوں سے امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے۔ آپ کی تعلیم و تربیت براؤں شریف، سکندر پور، دار العلوم منظر حق ٹانڈہ اور آخر میں براؤں شریف سے دورۂ حدیث کے بعد فراغت ہوئی۔ سلطان المناظرین حضرت مفتی عتیق الرحمٰن نعیمی آپ کے خصوصی استاذ رہے باقی مشاہیر اساتذہ میں حضرت مولانا خلیل الرحمٰن اور حضرت مولانا عبد الباری علیہ الرحمہ۔ آپ کو اپنے والد گرامی حضرت شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ سے مختلف سلاسل کی خلافتیں حاصل تھیں۔ آپ نے دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف اور اپنی خانقاہ کے روحانی سلسلے کی بھرپور خدمت انجام دی۔ طویل علالت کے بعد بہ عمر 77 برس 18 رجب 1412ھ / 24 جنوری 1992ء میں وصال پر ملال ہوا۔ خانقاہ شعیب الاولیا میں آپ کا مزار اقدس بھی مرجع انام ہے۔

ناچیز مبارک حسین مصباحی حضرت شعیب الاولیا سیمینار اور عرس میں براؤں شریف حاضری کی سعادت حاصل کر چکا ہے۔

(2)- شیخ طریقت حضرت پیر عبد المتین علیہ الرحمہ:

آپ کی ولادت 1918ء میں قصبہ التفات گنج سے متّصل

موضع ڈھلمؤ شریف میں ہوئی، آپ کا نسب خاندان مغلیہ سے ہے دراصل آپ کے اجداد مغلیہ خاندان کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر سے جاری ہے۔ آپ کے والد ماجد عارف باللہ شاہ محبوب علی [محبوب الاولیا] قدس سرہ تھے۔ براؤں شریف کے شعیب الاولیا آپ ہی کے نامور خلیفہ ہیں۔حضرت پیر عبدالمتین علیہ الرحمہ محبوب الاولیا کے سب سے چھوٹے فرزند ارجمند ہیں۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی، مزید تعلیم کے لیے براؤں شریف داخل ہوئے۔ آپ کے استاذ گرامی حضرت مولانا خلیل الرحمٰن علیہ الرحمہ ٹانڈوی ظاہری بینائی سے محروم تھے۔ برسوں تک حضرت متین الاولیا انہیں ٹانڈہ سے براؤں شریف پیدل آمد ورفت فرماتے، براؤں شریف آپ کی جماعت کی تدریس کے لیے سلطان المناظرین علیہ الرحمہ کو بلایا گیا، مگر افسوس درس نظامی ابھی مکمل بھی نہیں ہوا تھا کہ والد گرامی حضرت محبوب الاولیا کا وصال 8 جمادی الاخریٰ 1357ھ/5 اگست 1938ء کو ہو گیا۔ خانقاہی ذمہ داریاں آپ کے کاندھوں پر آگئیں روحانی معارف سے آپ پورے طور پر مالا مال تھے۔

جب متین الاولیا بالغ ہو گئے تو حضرت محبوب الاولیا کے خلیفہ حضرت شعیب الاولیا نے وصیت کے مطابق چاروں سلاسل کی خلافتیں انھیں عطا فرما دیں۔ حضرت متین الاولیا نے دین وسنیت کے فروغ کے لیے بڑی خدمات انجام دیں، 89 برس کی عمر پائی۔26 محرم 1428ھ/15 فروری 2007ء میں وصال فرمایا۔ مزار شریف ڈھلمؤ شریف میں مرجع عوام و خواص ہے۔احقر مبارک حسین مصباحی غفرلہ برسوں پہلے شاید دو بار خانقاہ کے اعراس کے مواقع پر حاضری کی سعادت حاصل کر چکا ہے۔

(3)-شیخ القرآن حضرت علامہ عبداللہ عزیزی قدس سرہ

آپ کی ولادت باسعادت نومبر 1935ء میں ناؤڈیہ پیچپڑوا ضلع بلرام پور ہوئی، مختلف تعلیم و تربیت کے مراحل سے گزرتے ہوئے جامعہ انوار العلوم تلسی پور میں برسوں حصول علم فرماتے رہے۔ سلطان المناظرین وہاں ایک مربی کی حیثیت سے جلوہ گر تھے۔اسی دوران آپ اور آپ کے اہل خانہ جلالۃ العلم حضور حافظ ملت بانی جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے روحانی دامن سے وابستہ ہوئے، آپ 1954ء سے 1957ء تک ایک باذوق اور سچے طالب علم کی حیثیت سے جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں رہے۔ آپ نے برسوں تک جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں ایک کامیاب استاذ و مربی کی حیثیت سے متعدّد برس گزارے۔

ہمیں بھی آپ کی درس گاہ سے استفادہ کرنے کا شرف حاصل ہوا، آپ نے ہماری جماعت کو دیوان متنبی اور الادب الجمیل یکے بعد دونوں کتابیں بڑھائیں، احقر مبارک حسین مصباحی سے بے پناہ محبت فرماتے تھے۔ہم لوگ جیسے ہی درس گاہ میں جاکر بیٹھتے حضرت ارشاد فرماتے: پڑھ رم پوری پڑھ، متعدّد بار آپ نے ارشاد فرمایا: رام پور کی دو چیزیں مشہور ہیں، ٹوپی اور چاقو، بتائیے آپ کو کیا پسند ہے؟ سوال سن کر پوری جماعت مسکرانے لگتی۔

1986ء میں آپ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی تشریف لے گئے۔آپ نے اس ادارے کو اپنے نظم وضبط کے حسن سے بڑی بلندی عطا فرمائی۔14 شعبان المعظم 1432ھ/17 جولائی 2011ء میں وصال پر ملال ہوا، آپ کا مزار اقدس موضع جمدا شاہی میں ہے۔

ان کے علاوہ بھی سلطان المناظرین کے نامور تلامذہ ہیں، ہم صرف اسمائے گرامی پیش کرتے ہیں:

(4) حضرت مفتی غلام علی ہمدم القادری گونڈوی علیہ الرحمہ

(5) حضرت علامہ صوفی محمد طیب لطفی صابری بلرام پوری علیہ الرحمہ

(6) حضرت مولانا حافظ و قاری محمد فاروق نعیمی نیپالی علیہ الرحمہ

(7) شہزادۂ سلطان المناظرین حضرت مولانا کمال احمد خان نوری علیہ الرحمہ۔

(8) حضرت مفتی عزیز الرحمٰن حشمتی بھاؤپوری سدھارتھ نگری۔

(9) امین شریعت حضرت مولانا محمد امین الدین رضوی لوکھواں، بلرام پور۔

(10)- حضرت مولانا خلیل الرحمٰن نعیمی علیہ الرحمہ، بڑھنی، سدھارتھ نگر۔

(11) حضرت مفتی عنایت احمد نعیمی گونڈوی علیہ الرحمہ۔

(12) حضرت مفتی شعبان علی حبابی بلرام پوری علیہ الرحمہ

(13) حضرت مولانا وکیل احمد نعیمی علیہ الرحمہ، پیچپڑوا، بلرام پور

(14)- مجاہد سنیت مولانا عبد الحی عثمانی تلسی پوری علیہ الرحمہ۔

(15)- بابائے قوم مولوی جمال احمد عتیقی علیہ الرحمہ۔

(16)- حضرت قاری فخر الدین قادری کامل چشتی، لکھاہی بلرام پوری۔

حضرت مرتب دام ظلہ العالی نے پینتالیس تلامذہ کے کسی قدر تفصیلی احوال رقم فرمائے ہیں اور اس کے بعد بانوے 92 تک

صرف اسمائے گرامی سپردِ قلم کیے ہیں۔

مرشدِ گرامی اور آپ کا روحانی فیضان:

آپ سلسلۂ روحانیت میں اپنے عہد کے عظیم بزرگ مفسر قرآن صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ کے دست گرفت تھے۔ 21 صفر 1300 ہجری/یکم جنوری 1882ء میں آپ کی ولادت ہوئی، بیس برس کی عمر میں 1320ھ/1902ء میں مدرسہ امدادیہ مرادآباد میں آپ کی دستار فضیلت ہوئی۔ آپ مختلف علوم و فنون خاص طور پر فن تفسیر میں یکتائے روزگار تھے۔ امام احمد رضا قدس سرہ کے ترجمہ قرآن کنزالایمان پر آپ کی تفسیر خزائن العرفان شہرہ آفاق ہے۔ آپ اپنے استاذ گرامی شیخ الکل حضرت علامہ شاہ محمد گل قدس سرہ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ آپ شیخ المشائخ سید شاہ محمد علی حسین اشرفی کچھوچھوی قدس سرہ اور امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے بھی خلافت یافتہ ہیں، آپ عظیم مفسر، محدث، متکلّم، محقق، مناظر، بلند پایہ مصنف اور صحافی ہیں۔ آپ کا وصال 18 ذی الحجہ 1367ھ/ 23 اکتوبر 1948ء میں ہوا۔ آپ کا مزار اقدس جامعہ نعیمیہ مرادآباد کی مسجد کے پہلو میں مرجع عوام و خواص ہے۔ حضرت سلطان المناظرین ان ہی کے دامنِ کرم سے وابستہ اور مرید ہیں۔

نیپال میں مزار اقدس:

آپ فکر و دانش کے اعلیٰ معیار پر فائز تھے، کس سے کیسے ملنا چاہیے، شرعی نقطۂ نظر سے یہ آپ خوب جانتے تھے۔ عبادت و ریاضت اور اوراد و وظائف آپ کی حیات کے لازمی عناصر تھے، تعویذات کی تاثیرات بارگاہ الٰہی میں مقبولیت کی کھلی نشانی تھی۔

آخر میں آپ نے پڑوسی ملک نیپال کا رخ کیا ضلع کپل وستو کے قصبہ کرشنانگر سے ایک کلومیٹر پچھم موضع پچھی نگر قیام فرمایا، ایک مدرسہ قائم فرمایا اور خود تسبیح و ذکر میں مصروف ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں اور تعویذات میں بڑی تاثیر پیدا فرمائی تھی، ضرورت مندوں کی بھیڑ لگنے لگی۔ 20 محرم الحرام 1404ھ میں آپ نے داعیِ اجل کو لبیک کہا، آپ کے تلامذہ، مریدین اور معتقدین کی لمبی تعداد ہے، ہر سال اسی تاریخ میں عرس پاک کا انعقاد ہوتا ہے۔

چند آخری معروضات:

ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ”معارف سلطان المناظرین“ کے محقق و مولف علم و عمل کے جامع اور مخلص شخصیت ہیں۔ وہ سلطان المناظرین کی شخصیت کے تعلق سے مسلسل کوشاں رہتے ہیں، اس سے آپ کی ذاتی کوئی غرض نہیں بلکہ آپ کی آرزو یہ رہتی ہے کہ اسلاف کے کارناموں کو زندہ رکھنے کے لیے ان کے تذکار کا منظر عام پر آنا ضروری ہے۔ انھوں نے اس کی ترتیب کے لیے دیگر مکاتب فکر سے نہ صرف رابطہ کیا بلکہ مواد کی تلاش میں ان تک پہنچے بھی ہیں۔ آپ کان پور اور میرٹھ وغیرہ مسلسل رابطے میں رہے ہیں۔ دراصل کامیاب وہی ہوتے ہیں جو بظاہر ناکامیوں کے بعد بھی مسلسل آگے بڑھتے رہتے ہیں۔

محب گرامی حضرت مولانا ازہر القادری دامت برکاتہم العالیہ صرف اسی موضوع پر نہیں بلکہ دیگر موضوعات پر بھی مسلسل لکھ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے خصوصی فضل و کرم سے سرفراز فرمایا ہے۔

ہم اس عظیم تاریخی کام کے حق میں مکمل آرزومند ہیں اللہ تعالیٰ اسے اور آپ کی دیگر کتب کو قبولیت سے مالا مال فرمائے۔ عوام و خواص بے تابی سے ان کی جانب متوجہ ہوں اور زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ آمین۔

اب آخر میں ہم چند معروضات پیش کرتے ہیں۔ حضرت مرتب نے بڑی محنت و جانفشانی سے معارف سلطان المناظرین کے لیے مواد جمع کیا ہے۔ دیگر بزرگوں اور قلم کاروں کی تحریروں میں تکرار مباحث بھی زیادہ ہے، حالانکہ بحیثیت مرتب آپ کو ایڈٹ کرنے کا حق حاصل تھا۔ بعض معمولی باتوں کو بھی طول دیا گیا، حالاں کہ وہ باتیں اختصار کے ساتھ پیش کی جا سکتی تھیں۔ ہمارے مرتب مدظلہ العالی بعض حضرات سے ضرورت سے زیادہ متاثر ہیں ایک ہی صفحے میں اگر کئی بار بھی ان کا اسم گرامی آیا ہے تو نام سے قبل یا بعد القابات کے اضافے چہ معنی دارد۔

اصول یہ ہے کہ کسی شخصیت سے آپ متاثر ہیں تو ایک بار القاب وغیرہ ذکر کر دیں، یہی جدید طرز تحریر ہے۔

کتاب کے مندرجات سے اندازہ ہوتا ہے کہ معارف کے صفحات میں اضافہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے حالانکہ اس مصروف ترین دور میں اختصار و جامعیت کی ہی زیادہ اہمیت ہے۔ اب قارئین کے پاس اتنا وقت نہیں کہ وہ غیر ضروری تفصیلات کا مطالعہ کریں۔

بہرکیف معارف سلطان المناظرین ایک معلوماتی دستاویز ہے ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ مولا تو اسے شرف قبولیت سے مالا مال فرما اور مصنف اور ناشر کو دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرما، آمین یارب۔ بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔ ■■■

خیابان حرم

نعت و مناقب

عیدی عطا کریں

حسنِ تخیلات کی عیدی عطا کریں
یعنی جمالیات کی عیدی عطا کریں

سلطانِ کائنات ، شہنشاہِ بحر و بر !!
پیہم نوازشات کی عیدی عطا کریں

اے آسمانِ فیض و سخاوت کے آفتاب
اپنی تجلّیات کی عیدی عطا کریں

تقدیسِ فکر و فن کا لبادہ اوڑھائیں اب
توفیقِ حمد و نعت کی عیدی عطا کریں

رنج و الم کے سنگ سے مجروح ہے وجود
اک چشمِ التفات کی عیدی عطا کریں

آئینہ دارِ سیرت و سنت ہو زندگی
ایماں بھری حیات کی عیدی عطا کریں

اعمال ہیں سیاہ بہت اے مرے شفیع
پیشِ خدا نجات کی عیدی عطا کریں

احمؔد کے دل سے دور ہوں اوہامِ باطلہ
اچھے تصورات کی عیدی عطا کریں

مولانا محمد طفیل احمؔد مصباحی

مشکلوں میں جو ترا نام لیا کرتے ہیں

جو ترے نقش کفِ پا پہ چلا کرتے ہیں
دل میں روشن وہی الفت کا دیا کرتے ہیں

میرے سرکار سے جو عہد وفا کرتے ہیں
وہ کسی پر بھی کہاں ظلم و جفا کرتے ہیں

آج بھی خوف سے تھراتے ہیں کسریٰ کے مکیں
نام جب ان کے گداؤں کا سنا کرتے ہیں

در پہ جاتے ہیں جو امیدوں کا لشکر لے کر
سب کے کشکول کو سرکار بھرا کرتے ہیں

ان کے ہو جاتے ہیں آسان مسائل سارے
مشکلوں میں جو ترا نام لیا کرتے ہیں

دیکھ کر ان کو تعجب میں ہیں آلامِ جہاں
نام جو دکھ میں محمد کا لیا کرے ہیں

جن کا دل عشق و عقیدت سے ہے خالی خالی
ہاں وہی آپ پہ تنقید کیا کرتے ہیں

یہ سلیقہ بھی وصیؔ سیکھا رضا سے میں نے
کیسے سرکار سے وہ عشق کیا کرتے ہیں

وصی مکرانی واجدی، نیپال

علامہ یٰسین اختر مصباحی علیہ الرحمہ

اک نئی فکر کے معمار تھے یٰسٓ اختر
علم کے قافلہ سالار تھے یٰسٓ اختر

ان کی فطرت کا تقاضا تھا حقیقت کی نمود
جس کے خود تنہا علم دار تھے یٰسٓ اختر

جس چمن زار کو پروان چڑھا کر کے گئے
اس زمین پر گل و گلزار تھے یٰسٓ اختر

اہل سنت کی نمائندہ قیادت کی ہے
عالی قد صاحب کردار تھے یٰسٓ اختر

فکرنا در پہ تکلم کا وہ شیریں لہجہ
نرم خو نرم ہی گفتار تھے یٰسٓ اختر

عظمت سرور عالم تھا وطیرہ ان کا
عاشق سید ابرار تھے یٰسٓ اختر

قصر حکمت کا جو بنیاد چُنی دہلی میں
عمر بھر اس میں گھر بار تھے یٰسٓ اختر

عظمت سیرتِ سرکار میں چلتا تھا قلم
عشق سرکار سے سرشار تھے یٰسٓ اختر

ان کا مداح قمرؔ تنہا نہیں ہے بلکہ
سب ہی کہتے ہیں خوش اطوار تھے یٰسٓ اختر

قمر بستوی امریکہ

سفر آخرت

آہ!صوفی باصفا حافظ محمد صادق دریاوی بھی اس دارفانی سے چل بسے

اس کائنات رنگ و بو میں طرح طرح کے لوگ آتے ہیں اور پھر کچھ عرصہ بعد سفر آخرت پر روانہ ہو جاتے ہیں ان میں ایسے خوش قسمت بھی ہوتے ہیں جو جب اس دار فانی سے سفر آخرت پر روانہ ہوتے ہیں تو اپنی یادوں کے ایسے حسین و جمیل نقوش جاوداں چھوڑ کر جاتے ہیں جنہیں آنے والی نسلیں کبھی فراموش نہیں کرتیں۔ کچھ اپنی صالح اور نیک اولاد امجاد چھوڑ کر جاتے ہیں، کچھ اپنے مشاہیر تلامذہ تو کچھ اپنے قلم و قرطاس کے حسین و جمیل نقوش چھوڑ کر جاتے ہیں۔ ایسے ہی نفوس قدسیہ میں صوفی باصفا حافظ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔

صوفی باصفا حافظ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ ابن شیخ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ ابن رحمت جی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت 1348ھ/1930ء میں مملکت خداداد پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع اٹک کے مردم خیز خطہ کامرہ خورد میں ہوئی۔ آپ گجر قبیلہ کے ایک فرد فرید ہیں۔ آپ کا خانوادہ نجابت و شرافت کا ایک استعارہ ہے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت گھر میں ہوئی۔ آپ نے دربار عالیہ دریا شریف کے مسند نشین حضرت قبلہ ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن کریم حفظ کرنے کی تکمیل کی اور ان ہی کے دست حق پرست پر بیعت وارادت کی سعادت حاصل کی۔

1377ھ/1958ء میں آپ کی ازدواجی زندگی کا آغاز ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کثیر اولاد امجاد سے نوازا۔ آپ کی اولاد امجاد میں سات فرزندان اور تین دختران شامل ہیں۔

آپ نے اپنی اولاد امجاد کی اسلامی اصولوں کے مطابق تعلیم و تربیت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

آپ کے فرزندان میں مولانا محمد عارف، حامد رضا، غلام مرتضیٰ، محمد حنیف اور محمد طاہر حافظ قرآن اور عالم فاضل ہیں۔ محمد رحمت عالم باعمل اور محمد بلال بھی نیک اور صالح ہیں۔ آپ کی سبھی دختران بھی نہایت نیک اور پارسا ہیں۔ ان میں سے ایک عالمہ اور فاضلہ ہیں اور درس و تدریس سے منسلک ہیں۔ آپ کے بھتیجے مولانا اقبال احمد اور مولانا حافظ نسیم صدیقی بھی عالم فاضل ہیں۔ آپ کے پوتے مولانا طارق مدنی تحریک لبیک تحصیل حضرو اٹک کے نائب ناظم ہیں۔ ایں خانہ ہمہ آفتاب است

1415ھ/1995ء میں آپ کی اولاد امجاد کی کاوشوں سے کامرہ کینٹ میں قطبہ موڑ کے سامنے اہل سنت کا ایک عظیم ادارہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ فیض القرآن کا قیام عمل میں آیا۔ مولانا حافظ حامد رضا اس کے سرپرست اعلیٰ اور مولانا حافظ غلام مرتضیٰ اس کے ناظم اعلیٰ ہیں۔ یہاں قرآن و حدیث کی درس و تدریس کا عمل نہایت ہی احسن انداز میں جاری و ساری ہے۔ یہاں سال میں کئی اسلامی تقریبات بھی نہایت ہی شایان شان طریقے سے منعقد کی جاتی ہیں جن میں اہل سنت کے جید علماء و مشائخ کو مدعو کیا جاتا ہے جو اپنے مواعظ حسنہ سے عوام و خواص کو مستفیض کرتے ہیں۔

دارالعلوم میں طلبہ کی تنظیم بزم رضا بھی علامہ حافظ فرمان علی رضوی کی راہنمائی میں نشر و اشاعت کے محاذ پر جہاد بالقلم میں نہایت ہی برق رفتاری سے مصروف ہے۔

مولانا حافظ محمد صادق دریاوی رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی زہد و تقویٰ سے عبارت ہے۔ آپ نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ نماز تراویح میں قرآن کریم سنانے میں گزارا ہے۔ 1414ھ/1994ء میں آپ حج و عمرہ اور مدینہ منورہ میں زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سعادت سے سرفراز ہوئے۔

آپ اس وقت اپنی عمر کے پچانوے سال میں تھے کہ ضعف و علالت کی وجہ سے طویل عرصہ سے صاحب فراش تھے کہ 28 شوال المکرم 1444ھ/19 مئی 2023ء بروز جمعہ رات دس بجے اپنے گھر کامرہ خورد (اٹک) میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور آپ جو نیک اور صالح اولاد کا گلستان علم و فضل چھوڑ کر جا رہے ہیں، اسے آپ کا صدقہ جاریہ بنائے۔ آپ کے درجات بلند سے بلند تر فرمائے۔ آپ کے

تمام پسماندگان کو صبر جمیل اور صبر جمیل پر اجر جزیل عطافرمائے۔

آمین ثم آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ شریک غم اور پرنم

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

ختم نبوت اکیڈمی برہان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان

آہ!علماء ہم سے رخصت ہوتے جارہے ہیں!

آہ قیامت کی ایک علامات صغریٰ پوری ہوتی جارہی ہیں۔ نہایت ہی تیزی سے دنیا بھر سے اہل علم وقلم اٹھتے جارہے ہیں۔ گلستان علم وقلم میں چہکانے والی بلبلیں اڑتی جارہی ہیں۔ موت العالم موت العالَم، ایک عالم کی موت ایک جہان کی موت ہے۔ عالم کے جانے سے علم اٹھتا جارہا ہے۔ جہان قلم وقرطاس پر خزاں چھاجاتی ہے۔ پھر کسی بھی عالم کے جانے سے ان کا نعم البدل تو درکنار بدل بھی نہیں ملتا۔ درس و تدریس کی رونقیں مدھم ہوجاتی ہیں اور محراب ومنبر سے کلمۂ حق کے لئے بلند ہونے والی آوازیں خاموش ہوتی جارہی ہیں۔ دھیرے دھیرے روشنیاں مدھم ہوتی جارہی ہیں اور گھٹاٹوپ اندھیرے چھائے جارہے ہیں۔

ابھی تھوڑے سے عرصے میں سے تین نامور علماو ادباہم سے بچھڑ گئے ہیں۔ عید الفطر کی شام لاہور میں علامہ پیر نور الہی انور رحمۃ اللہ علیہ نے رخت سفر باندھا اور عالم بالا کی جانب کوچ کیا۔ ان کے صدمے سے ابھی ہم سنبھلے بھی نہ تھے کہ کل یہ روح فرسا خبر سننے کو ملی کہ نیویارک میں ادیب شہیر علامہ محمد رضا الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ بھی داعی اجل کو لبیک کہہ گئے ہیں۔

ابھی اسی خبر وحشت اثر سے ہم سکتہ میں ہی تھے کہ یہ پریشان کن اور افسوس ناک خبر سامنے آئی کہ انڈیا میں دنیائے اہل سنت کے نامور عالم دین، رئیس التحریر اور ادیب بےنظیر علامہ لیٔق اختر مصباحی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمیں داغ مفارقت دے کر کاروانِ آخرت کے ساتھ جاملے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

پوری دنیائے اہل سنت ان تینوں کی یکے بعد دیگرے اس دار فانی سے رخصت ہونے پر سوگوار ہیں۔ دکھ اور کرب میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ان مرحومین کی بخشش فرماکر انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ہم سب پسماندگان کو صبرِ جمیل اور صبر جمیل پر اجر جزیل عطافرمائے۔

آمین ثم آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ شریک غم اور پرنم

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

ختم نبوت اکیڈمی برہان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان

اک ستارہ اور ٹوٹا آسمانِ علم کا

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

یعنی در حقیقت اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ (فاطر: آیت:28)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ عالم کی پہچان تقویٰ سے ہوتی ہے۔ عالم کے علم میں جتنا اضافہ ہوتا ہے اس کا تقویٰ، خوف الٰہی، خشیت خدا بھی اتنا ہی بڑھتا جاتا ہے در اصل عالم کی یہی پہچان ہے کہ وہ جتنا بڑا عالم ہوگا اتنا بڑا ہی متقی اور پرہیزگار ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خدا کی قسم میں تم میں سب سے زیادہ اللہ کی معرفت رکھنے والا اور سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔ (بخاری) کائنات میں سب سے افضل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے تو ان کے تقویٰ اور علم کا یہ معیار ہے کہ جیسے سب سے افضل ہیں ویسے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے اور اس سے ڈرنے والے بھی ہیں، ایک حدیث شریف میں ہے کہ جو اپنے علم پر عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس چیز کا بھی علم عطافرمائے گا جس کا اسے علم نہیں۔ چاہے اسے نہ کبھی پڑھا بھی ہو، نا کسی سے سنا ہو، تب بھی بندے کے ذہن میں وہ باتیں اللہ تعالیٰ اس عمل کی برکت سے ڈال دے گا۔ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسد صرف دو لوگوں سے جائز ہے۔ ایک تو اس شخص سے جس کو اللہ نے دولت دی ہو اور وہ اسے راہ حق میں خرچ کرے اور دوسرا اس شخص سے جس کو اللہ نے حکمت (کی دولت) سے نوازا ہو اور وہ اس کے ساتھ فیصلہ کرتا ہو اور (لوگوں کو) اس حکمت کی تعلیم دیتا ہو۔

دو لوگ قابل رشک ہیں لوگوں کو ان پر رشک کرنا چاہیے: ایک وہ شخص جس کو اللہ رب العزت مال دے اور اسے راہ حق میں خرچ کرنے کی توفیق بھی مرحمت فرمائے، وہ اس میں بخالت نہ کرے، بلکہ اس کے مصارف میں خرچ کرے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو ترجیح دے، دوسرا وہ شخص قابل رشک ہے جس کو اللہ تعالیٰ حکمت، اور عقل و دانش عطافرمائے تو وہ اس کے ذریعے فیصلے کرے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دے۔ یہ سب عالم کے اوصاف ہیں۔

اور باعمل علما کے بارے میں حدیث شریف میں ہے کہ سمندر کی مچھلیاں پانی میں ان کے لیے دعائے مغفرت کرتی ہیں، ان کے رفع درجات کے لیے دعائیں کرتی ہیں اسی لیے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (باقی ص:58 پر)

پیغام تعزیت

اقلیم فکر و فن کا وہ سلطاں چلا گیا

محمد مسیح احمد قادری مصباحی

بخدمت گرامی حضور عزیز ملت علامہ عبد الحفیظ صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور و صاحب زادگان رئیس التحریر واساتذہ دار القلم، ذاکر نگر، دہلی سلام ورحمت

عقاید و معمولات اہل سنت کے سچے محافظ، فکر رضا کے امین اور بے باک مبلغ رئیس التحریر حضرت علامہ لیٰسٓ اختر مصباحی علیہ الرحمہ کی رحلت دنیاے فکر و فن اور جہان تحریر و قلم کے لیے ناقابل تلافی نقصان ہے۔

علامہ موصوف گوناگوں کمالات و محاسن کے حامل تھے، اُن کی خاموشی ہزاروں خطبات اور لباس فقیری میں سلطانی جاہ وجلال نمایاں تھے، وہ بے کسی اور بے یاری کے عالم میں بھی صد ہزار انجمن تھے، اُن کا ہر قدم ٹھوس، ہر انداز پر جوش اور ہر عمل مستحکم و غیر متزلزل تھا، وہ ہمیشہ قوم وملت کی فکر میں اپنے آپ سے بھی بے تعلق و بے فکر رہے، معمار قوم وملت کی دور رس نگاہوں اور اثر آفریں تربیت نے انھیں اس شان سے سنوارا تھا کہ وہ فرمان حافظ ملت ”زمین کے اوپر کام اور زمین کے نیچے آرام“ کی عملی تصویر بن گئے تھے۔

گویا۔ نہ غرض کسی سے، نہ واسطہ، مجھے کام اپنے ہی کام ہے۔

علامہ موصوف علیہ الرحمہ تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا نوری قدس سرہ کے مرید صادق اور افراد دور جال کی تعمیر و تنظیم فرمانے والے حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کے تلمیذ رشید تھے اور اپنے معاصرین اور اساتذہ کے محبوب نظر ہونے کے ساتھ مشائخ و سادات مارہرہ مطہرہ کے نور نظر تھے۔ انھوں نے اپنی تصنیفات سے افکارِ رضا کی سچی ترجمانی اور دلائل کے زور پر مسلک اعلیٰ حضرت کی ٹھوس پاسبانی فرمائی، مصنفات رضویہ سے استخراج کر کے رد بدعات و منکرات کا حسین گلدستہ تیار کیا جس سے افراد اہل حق جہاں مطمئن و شاد ہیں وہیں باطل پرست وہابی دیوبندی عاجز و لاجواب ہیں۔ اسی طرح آپ ہی کی کوششوں سے قائدین آزادی اور علماے انقلاب کے حسین و بے مثال کارنامے دنیا کے سامنے آئے بلکہ آپ ہی کی بدولت وطن کی آبرو کی خاطر سر دینے والوں اور انگلی کٹائے بغیر زمرۂ شہیداں میں نام شامل کرانے والوں کا فرق بھی لوگوں نے جانا ہے۔

ع— تجھے کون جانتا تھا مری دوستی سے پہلے

علامہ نے بے سروسامانی کے عالم میں بھی ملت کی ناخدائی کرنے کا بیڑا اٹھایا اور اہل سنت میں گہرے جمود و تعطل کے باوجود اس مرد قلندر نے دہلی میں دار القلم نامی ادارہ قائم کیا اور اپنے جواں سال و بلند حوصلہ معاصر علماے ربانین کے ساتھ مل کر مبارک پور کی مبارک سرزمین پر ”المجمع الاسلامی“ کی بنیاد ڈالی، نتیجے میں نوجوان علما اور نوخیز اہل قلم کے اندر حرکت و عمل کی روح پھونک دی اور شکستہ بے مایہ اور بے حوصلہ افراد کو شاہین کی پرواز عطا کی اور خود بھی بڑھاپے کی ناتوانی اور ضعف کو شکست دیتے ہوئے مسلسل آگے بڑھتے رہے، صحت و بیماری کی پرواہ کیے بغیر ہر حال میں کام اور صرف کام کیا۔

زندگی نام ہے اک جہد مسلسل کا فنا
راہرو اور بھی تھک جاتا ہے آرام کے بعد

ایسے مرد آہن اور جواں ہمت شخصیت کا وصال فرما جانا یقیناً باعث رنج و غم ہے۔ اللہ کریم اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل اُنھیں غریق رحمت فرمائے، اُن کی خدمات جلیلہ قبول فرما کر پس ماندگان اور مابعد کے علما و طلبہ کے لیے سنگ میل کی حیثیت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین علی افضل الصلوۃ واکرم التسلیم.

جامعہ عربیہ انوار القرآن، بلرام پور میں اجتماعی قرآن خوانی اور تعزیتی میٹنگ کر کے حضرت علامہ علیہ الرحمہ کی روح کو ایصال ثواب کیا گیا۔ جامعہ کے اساتذہ نے گہرے دکھ کا اظہار کیا اور مرحوم مغفور کے لیے دعائے مغفرت کی۔ خداے قدیر کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ استاذی الکریم کے ساتھ عفو و درگزر کا معاملہ فرمائے، ان کے درجات بلند کرے اور اُن کا نعم البدل مرحمت فرمائے۔ آمین یارب العلمین –

غم گسار— محمد مسیح احمد قادری مصباحی
10 ذی قعدہ 1444/31 مئی 2023

پرنسپل و شیخ الحدیث جامعہ عربیہ انوار القرآن، بلرام پور

صداے باز گشت

اشرفیہ کا نہایت ہی بے تابی سے منتظر رہتا ہوں

بملاحظہ گرامی محبی مخلصی ادیب شہیر محقق بے نظیر مبارک العلما والفضلا حضرت علامہ مبارک حسین مصباحی صاحب زید مجدہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبر کاتہ!

اللہ کرے آپ مع الخیر ہوں، چند دنوں سے آپ کی جانب سے مبارک نامہ آیا اور نہ ہی مجلہ اشرفیہ کا شمارہ، آپ کے نوازش ناموں اور اشرفیہ کا نہایت ہی بے تابی سے منتظر رہتا ہوں۔

اگرچہ بظاہر کافی فاصلے ہیں لیکن آپ ہمارے دل کے بہت قریب رہتے ہیں۔ اپنی خیریت سے ضرور آگاہ فرمائیں اور اپنے احوال سے مطلع فرمائیں۔

ماہ اشرفیہ مبارک پور کا مئی اور جون 2023ء کے شماروں کی پی ڈی ایف فائلیں ابھی تک نہیں ملیں؟

مہربانی فرما کر بھیج دیں تاکہ حسبِ روایت ان سے بھی مستفیض ہوسکوں۔ تمام احباب محبت کی خدمت میں ناچیز ہیچ مدان کا نیاز مندانہ سلام ضرور پہنچائیں اور حضور حافظ ملت شاہ عبدالعزیز محدث مبارک پوری دائم الحضوری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوکر ان کی بارگاہ میں بھی نیاز مندانہ سلام محبت پیش فرمائیں اور فقیر کی جانب سے فاتحہ خوانی بھی کروادیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل آپ کو صحت وسلامتی عطا فرمائے اور ہمیشہ شاد وآباد اور بامراد رکھے۔ آمین ثم آمین۔

والسلام مع الاکرام

گدائے کوئے مدینہ شریف

احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ

مدیر اعلیٰ سہ ماہی مجلہ "خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" (انٹرنیشنل) برہان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان

سند العلم والفضل شیخ طریقت سید صابر حسین شاہ بخاری قادری دامت برکاتہم القدسیہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کرم نامہ نظر نواز ہوا، دل و دماغ معطر و منور ہو گئے، واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر فضل وکرم کے دروازے کھول دیے ہیں۔ آپ ماشاء اللہ تعالیٰ جتنا اچھا سوچتے ہیں اس سے اچھا لکھتے اور بولتے ہیں۔ یہ تحفظ ناموس رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت اور فیضان ہے۔ مالک لوح وقلم نے آپ کے قلم میں حیرت انگیز برق رفتاری و دیعت فرمادی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو دین و سنیت کی عظیم خدمات کے لیے منتخب فرمالیتا ہے۔

ہم نے آپ کے تعلق سے ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور میں جو قسط وار لکھنے کی سعادت حاصل کی تھی اس دوران آپ نے خوشخبری سنائی تھی کہ اسے ہم اپنے یہاں سے شائع کرادیں گے۔ اس تعلق سے ہمیں یہ عرض کرنا ہے کہ آپ کے ملک کی چند دیگر شخصیات پر بھی حسب استطاعت کچھ تحریر کیا تھا تو کیا ان سب کو ایک ساتھ جمع کردوں یا صرف تنہا آپ کا۔

باقی احوال بخیر وعافیت ہیں، آپ نے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ صاحب زادہ حضرت سید محمد نعمان شاہ بخاری دام ظلہ العالی اور بہو بیٹیاں بھی زخمی ہو گئے ہیں۔ پڑھ کر غم ہوا۔ اللہ تعالیٰ سب کو صحت وعافیت سے سرفراز فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم

بفضلہ تعالیٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے باقی احوال بہت بہتر ہیں۔

آپ کا اپنا۔۔ طالبِ دعا

احقر مبارک حسین مصباحی غفرلہ

8 جون 2023ء

ٹیپو سلطان کی تلوار

محترم مدیر! سلام ورحمت۔

کہتے ہیں کہ شرنگاپٹنم کی خون آشام جنگ میں ٹیپو سلطان کی شہادت کے بعد انگریزوں نے اپنے کتوں کا نام ٹیپو رکھنا شروع کیا تھا۔ اس اوچھی حرکت سے وہ ٹیپو کی جانفشانی کے سبب ان کے دلوں پر قائم ہیبت اور سماج کے ذہن پر مرتب اثرات کو زائل کرنا چاہتے تھے۔ مشتاق احمد یوسفی اس تعلق سے لکھتے ہیں برصغیر کے کتے 2 سو سال تک سلطان شہید کے نام سے پکارے جاتے رہے۔ کچھ برگزیدہ شہید ایسے ہوتے ہیں جن کی آزمائش عقوبت مطہرہ اور شہادت عظمیٰ ان کی موت کے ساتھ ختم نہیں ہوتی۔ رب جلیل انہیں شہادت جاریہ سے سرفراز فرماتا ہے۔

یوسفی کی اس بات پر اب یقین ہونے لگا ہے کیونکہ جنگ آزادی میں جام شہادت نوش کرنے والے اولین اور سب سے روشن ناموں میں سے ایک ٹیپو سلطان اتنے سال بعد بھی جبر واستبداد پر یقین رکھنے والے طبقے کی لعن طعن کا شکار ہے۔ شاید طالب علموں کے لیے یہ بات حیران کن ہو کہ وہ جو جواں مردی کی علامت ہے جس نے ثابت قدمی کی مثال قائم کی اور جس کی موت سے قبل کہی گئی بات حرف بہ حرف درست ثابت ہوئی اسے یوں بدنام و مطعون کرنے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے؟ در اصل اسی سوال کے جواب میں ٹیپو کی بلکہ ہندوستان کی تاریخ پوشیدہ ہے۔ در اصل مغل حکومت کے زوال اور مہاراشٹر میں چھترپتی شیواجی کی وفات کے بعد ایک بار پھر ملک میں "منوواد" (اونچ نیچ اور ذات پات کا فلسفہ) نے سر ابھارنا شروع کر دیا تھا۔ شودروں یا اچھوتوں پر وہی ظالمانہ قواعد نافذ کیے جانے لگے جو مغلوں کی آمد سے قبل نافذ تھے۔ جنوبی ہند کے ایک حصے میں دلت خواتین کو قمیص پہننے کی اجازت نہیں تھی۔ اگر انہیں اپنا سینہ ڈھانکنا ہو تو ٹیکس ادا کرنا پڑتا تھا۔ ٹیکس کے نفاذ کا پیمانہ اتنا غلیظ تھا کہ اس کا ضبط تحریر میں لانا بھی جرم ہے۔ ٹیپو نے جب اقتدار سنبھالا تو اس نے دیگر حکمرانوں کی طرح کسی مصلحت یا پالیسی کو اپنے تخت کی پائیداری کا ذریعہ نہیں بنایا بلکہ حق و باطل کے اصول کے تحت جو اسے درست معلوم ہوا وہی کرتا گیا۔ اس نے فوراً اس شرم ناک چلن کو ختم کروا دیا جس کی وجہ سے کئی اعلیٰ ذات کے حکمراں اور نام نہاد مذہبی پیشوا سلطان کے دشمن ہو گئے۔ ذاتوں کے ساتھ زیادتی کرنے والوں کو اس نے سخت سزائیں دینی شروع کیں۔

یہ وہ عوامل تھے جنہوں نے ٹیپو کے دربار کے اندر اور باہر ایسے عناصر پیدا کیے جو شرنگاپٹنم کی جنگ میں انگریزوں ک ساتھ دینے پر آمادہ ہوئے۔ یہ بات انگریز خود جانتے تھے کہ ٹیپو سلطان کو کسی قیمت پر شکست دینا ان کے بس میں نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ٹیپو کی ریاست کو تین طرف سے (انگریز/پیشوا/نظام کے ذریعے) گھیر کر اس پر حملہ کیا گیا، جب کہ چوتھی سمت ٹیپو اپنے گھر میں موجود دشمنوں سے گھرا ان طاقتوں سے لڑ رہا تھا۔ یہ کہنا بالکل غلط نہیں ہوگا کہ ٹیپو سلطان نے شرنگاپٹنم کی لڑائی اکیلے ہی لڑی تھی۔ اس کے سارے اہم سردار تو انگریزوں کی طرف ہو گئے تھے۔ ٹیپو کو شکست ہوئی، اس نے موت کو گلے لگا لیا لیکن رہتی دنیا تک کے لیے اپنے پیچھے یہ فلسفہ چھوڑ گیا کہ گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے۔ ٹیپو شاید وہ واحد حکمراں ہے جس کا قول ہندوستان میں ضرب المثل کی طرح مشہور ہے جسے اسکولی بچوں سے لے کر سیاسی جغادریوں تک مقابلہ آرائی کے ہر مرحلے میں فخریہ استعمال کرتے ہیں۔

ہندوستانی تاریخ میں غالباً وہ تنہا حکمراں ہے جس کی موت میدان جنگ میں لڑتے ہوئے اور ہاتھ میں تلوار لیے ہوئے ہوئی۔ وہی تلوار جس کا آج سارے عالم میں چرچا ہے۔ تکنیکی طور شرنگاپٹنم کی لڑائی، جنگ آزادی کا ایک حصہ ہے لیکن اصل میں نسل پرستی اور انصاف پسندی کے درمیان مقابلہ تھا جس میں نسل پرستوں کے اتحاد نے سازشوں کے دم پر بیرونی طاقت کے ہاتھوں ایک انصاف پسند حکمراں اور اس کی ریاست کا خاتمہ کر دیا۔ عجیب اتفاق ہے کہ ایک بار پھر جب کہ نسل پرست طاقتیں اسی طرح اپنے طبقے کو برتر اور دیگر سماج کو غلام بنانے کی سازشوں پر عمل پیرا ہیں، ٹیپو سلطان دنیا بھر میں بحث کا موضوع ہے۔ شرنگاپٹنم میں ٹیپو کی موت کے بعد انگریزوں کے ذریعے ضبط کی گئی تلوار کو 2003ء میں ڈیڑھ کروڑ میں فروخت کیا گیا تھا جب کہ 2023ء میں اس کے 100 گنا زیادہ دام لگائے گئے ہیں۔ حال ہی میں لندن کی ایک فرم نے اطلاع دی ہے کہ ٹیپو کی تلوار 143 کروڑ میں نیلام کی گئی۔ یعنی ٹیپو کی جانبازی کی قیمت ہر دن بڑھ رہی ہے۔ شیر میسور کی حیثیت سے مشہور ٹیپو کی تلوار کے قبضے کا سرا شیر کے منہ کی شکل میں تھا اور اس کے ہتھے پر خدائے پاک و برتر کے 5 نام (یا اللہ، یا فتاح، یا ناصر، یا حامی، یا معین) درج ہیں۔ یہ پانچوں نام خدا کے مددگار ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ اس تلوار نے نیلامی کے سابقہ تمام ریکارڈ توڑ دیے ہیں۔ نوادر اشیا کی نیلامی میں اتنے دام کبھی کسی شے کے نہیں لگائے گئے، یعنی اس وقت دنیا کی نوادرات میں ٹیپو سلطان کی تلوار سے قیمتی کوئی شے نہیں ہے۔ یہ خبر ایسے وقت میں آئی ہے جب زعفرانی منافرت کے علمبردار کرناٹک میں ٹیپو سلطان کا نام و نشان مٹانے کی قسمیں کھا رہے تھے۔

از: نادر- nadir@mid-day.com

خیر و خبر

دور حاضر میں بڑھتے ہوئے ارتداد کا سدباب انتہائی ضروری

جامع مسجد غوشیہ بھدولی اعظم گڑھ میں منعقدہ اجلاس سے
مولانا **مبارک حسین مصباحی** کا خطاب

ہمیں اپنی بچیوں کو عصری علوم کے لیے کالجز اور یونیورسٹیوں میں روانہ کرنے سے قبل ان کو دینی ماحول سے آراستہ کرنا بے حد ضروری ہے تاکہ گھر سے باہر نکلتی ہیں تو اسلامی حیا کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ ہم عصری علوم کے حصول کی مخالفت نہیں کرتے ہیں، لیکن اتنا ضرور کہیں گے کہ ہم اپنی بچیوں کی عصری علوم سے قبل مذہبی پاکیزگی کو ملحوظ خاطر رکھیں ۔ آج ہمارے معاشرہ میں پھیلتے ہوئے ارتداد پر قدغن کیسے لگایا جائے، اس پر مولانا نے اپنے تاثرات پیش کرتے ہوئے کہا کہ ارتداد کے بڑھنے کا جو نتیجہ ہے اس کے ہم بھی کہیں نہ کہیں ذمہ دار ہیں اور وہ یہ ہے کہ ہم نے نکاح جیسے پاکیزہ عمل کو رسم و رواج کی زنجیر میں ایسا جکڑ دیا ہے کہ نکاح آسان ہونے کے بجاے ایک پیچیدہ امر بن چکا ہے۔

مذکورہ خیالات کا اظہار ماہنامہ اشرفیہ کے چیف ایڈیٹر مولانا مبارک حسین مصباحی نے جامع مسجد غوشیہ بھدولی اعظم گڑھ میں منعقدہ ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔

مولانا نے مزید کہا کہ اپنی اولاد کو بے راہ روی اور ارتداد کے نرغے میں پھنسنے سے محفوظ رکھنے کے لیے ہمیں چاہیے کہ اپنی دونوں آنکھیں کھلی رکھیں اور ذرہ برابر بھی اپنی تربیتی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں کاہلی و تساہلی نہ کریں، بلکہ تعلیم و تربیت کے انتظام و انصرام کے ساتھ اپنی اولاد کے شب و روز کا جائزہ بھی لیتے رہیں اور پھر انھیں اپنی اور اپنے دین و خاندان کی عزت و ناموس کا احساس بھی دلاتے رہیں۔ موجودہ دور انتہائی ترقی یافتہ مانا جاتا ہے، ہر شخص اس کا ایک خاص حصہ بننا چاہتا ہے۔ لیکن معاملہ اس وقت دگرگوں ہو جاتا ہے جب جدید تعلیم و ترقی سے منسلک افراد ملک و ملت کے حق میں ناسور بن جاتے ہیں اور بیجا آزادی اور بے راہ روی کے نام پر کچھ ایسی غیر انسانی حرکات کر جاتے ہیں کہ وہ نہ صرف ملک و معاشرے کے لیے خطرناک ثابت ہوتے ہیں بلکہ بسا اوقات دینی و مذہبی، خاندانی و علاقائی سطح پر بھی سخت انتشار اور فتنہ و فساد کا باعث بن جاتے ہیں۔

اجلاس کا آغاز تلاوت کلام پاک اور اختتام صلاۃ و سلام و دعا پر ہوا۔ اس موقع پر مولانا محمد بدر عالم اعظمی، مولانا عبد الرحیم امام و خطیب جامع مسجد غوشیہ بھدولی، مولانا کمال الدین، حافظ محمد سیف خان، محمد انصار خاں سکریٹری جامع مسجد غوشیہ، محمد سجاد خاں، عبد الغفار عرف جمن خاں سمیت کثیر تعداد میں دیگر افراد موجود تھے۔

(روزنامہ انقلاب اردو بنارس)-از: **رحمت اللہ مصباحی**

تحریک دعوت انسانیت کے متعدّد شعبوں کا افتتاح

مورخہ 3 ذی قعدہ 1444ھ مطابق 24 مئی 2023ء بروز بدھ آستانہ عالیہ رفیقیہ ڈیرہ پور شریف کان پور دیہات میں تحریک دعوت انسانیت کے زیر اہتمام عظیم الشان تقریب افتتاح کا انعقاد ہوا، جس کی سرپرستی حضرت مفتی رحمت اللہ سابق شیخ الحدیث مدرسہ مدینۃ العلم بھدوہی اور علامہ سید انور میاں چشتی سربراہ اعلیٰ جامعہ صمدیہ دار الخیر پھپھوند شریف نے فرمائی، جب کہ مہمان خصوصی کی حیثیت سے حضرت مفتی سید اطہر میاں اور مخدوم گرامی حضرت مولانا سید محمد مظفر چشتی قبلہ آستانہ عالیہ صمدیہ مصباحیہ پھپھوند شریف نے شرکت فرمائی۔

تحریک دعوت انسانیت کے بانی حضرت علامہ مفتی محمد انفاس الحسن چشتی سجادہ نشین آستانہ عالیہ رفیقیہ ڈیرہ پور شریف کی قیادت میں منعقد اس تقریب افتتاح میں "دار القضا"، "دار الافتا"، "شعبہ تربیت افتا" اور "حافظ بخاری لائبریری" کا افتتاح عمل میں آیا۔

حضرت مفتی رحمت اللہ قادری بلرام پوری دام ظلہ العالی نے تربیت افتا کے طلبہ کو ''الاشباہ والنظائر'' اور ''شرح معانی الآثار'' کا پہلا درس دے کر شعبۂ تربیت افتا کا افتتاح فرمایا۔ انھوں نے قضاوافتا کی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی اور اپنے تاثراتی خطاب میں فرمایا کہ مجھ سے چالیس سالہ تدریسی دور میں سیکڑوں تلامذہ نے استفادہ کیا لیکن ان سب میں جس قدر دینی وعلمی خدمات حضرت مفتی محمد انفاس الحسن چشتی کے ذریعہ انجام پائیں وہ کسی کے ذریعہ نہیں انجام پاسکیں، یہ ان پر اللہ کا خاص فضل، ان کے مرشد گرامی حضور اکبر المشائخ علامہ سید محمد اکبر میاں چشتی علیہ الرحمہ کی خصوصی نگہ عنایت اور مشائخ عظام کا فیضان ہے۔ تحریک دعوت انسانیت کا قیام اور اس کے ذریعہ انجام پانے والی دینی، علمی اور دعوتی خدمات انتہائی مسرت انگیز اور اطمینان بخش ہیں۔

حضرت مولانا سید مظفر چشتی قبلہ نے اپنے تاثراتی خطاب میں دارالقضا، دارالافتا، شعبہ تربیت افتا کے قیام کو خوش آئند قرار دیتے ہوئے کہا کہ دارالقضا کا قیام وقت کی اہم ضرورت ہے، اس وقت مسلم سماج کے اکثر خاندان مقدموں اور کورٹ کے چکر میں اپنی کمائی اور طاقت صرف کر رہے ہیں، جب کہ اختلافی معاملات میں ہمیں دارالقضا کی طرف رجوع کر کے شریعت اسلامیہ کی روشنی میں فیصلہ حاصل کرنا چاہیے اور اسی پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔

بانی تحریک دعوت انسانیت حضرت مفتی محمد انفاس الحسن چشتی دام ظلہ العالی نے تمام علما ومشائخ اور مہمانوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے تحریک دعوت انسانیت کے زیر اہتمام انجام پانے والی دینی، علمی اور تبلیغی خدمات پر روشنی ڈالی اور مستقبل کے عزائم سے روشناس کرایا۔

اس موقع پر مولانا ظفر نوری ازہری گوالیر نے بھی ایک مختصر اور اہم خطاب فرمایا۔ مولانا محمد ساجد رضا مصباحی سابق استاذ جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف نے بھی تحریک دعوت انسانیت اور بانی تحریک کے حوالے تاثرات پیش کیے۔

پروگرام کی نظامت مولانا غلام جیلانی مصباحی استاذ جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف نے فرمائی، مولانا آفتاب عالم چشتی صمدی نے نعت پاک کے اشعار پیش فرمائے۔ مولانا غلام محبوب سبحانی ازہری اور مولانا عبید الحسن چشتی عرف سچے میاں وغیرہ نے نظم ونسق اور انتظام وانصرام کو بہتر بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ بیان ولادت شریف اور صلاۃ وسلام ودعا پر محفل اختتام پذیر ہوئی۔

از: شعبہ نشرواشاعت

تحریک دعوت وانسانیت ڈیرہ پور شریف کان پور دیہات

(ص:53 کا بقیہ) علما انبیا کے وارث ہیں، یہ ساری فضیلتیں حدیث شریف میں موجود ہیں۔ لہٰذا رب قدیر قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: جس کو حکمت مل گئی اسے خیر کثیر مل گیا۔ (البقرہ: آیت: 269)

ایک عالم کی پہچان اس کے عمل اور تقوی سے ہی ہے۔ ابھی کل میرے استاد گرامی رئیس التحریر حضرت علامہ یاسین اختر مصباحی ادروی علیہ الرحمہ کا وصال ہو گیا جنھوں نے مجھ جیسے بے ذات کو بھی شعور علم عطا کیا۔ وہ طلبہ سے بے حد محبت فرماتے اور طلبہ کی زندگی سنوارنے کے لیے شب وروز کوششیں کرتے۔ وہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ کے سابق استاذ اور مرشدی جلالۃ العلم، ابوالفیض حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے چہیتے شاگردوں میں سے تھے، حضرت نے ان کی علمی اور تدریسی صلاحیت کی بنیاد پر انھیں اس جامعہ اشرفیہ کا استاذ منتخب فرمایا تھا، ہم لوگوں میں جو کچھ بھی علمی، ادبی اور لسانی ذوق ہے وہ سب حضرت ہی کا مرہون منت ہے۔ وہ بھرپور تیاری کے ساتھ بڑی محنت سے پڑھاتے تھے، تدریس کے اوقات میں تو پڑھاتے ہی تھے، خارج وقت میں بھی طلبہ کو بلا بلا کر درس دیتے۔ انھیں اللہ تعالی نے کئی زبانوں کا علم عطا فرمایا تھا، انھوں نے عربی اردو زبان میں کثیر تصانیف اور ترجمے یادگار چھوڑے۔ اعلی حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے کئی رسائل کے ترجمے کیے، ان کے بہت سے فتاوی کی تفہیم اور ترجمانی کی، سینکڑوں مضامین ومقالات لکھے۔ کئی ماہ ناموں کی ادارت کی۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے نائب صدر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ وہ علمی اور تحقیقی کاموں سے پہچانے ہی جاتے تھے۔ انھوں نے پوری زندگی فروغ علم اور اشاعت دین کے لیے وقف کر دی تھی، تحریر وتصنیف کے میدان میں انقلاب لانے کے لیے دہلی کی سرزمین پر دارالقلم نامی ادارہ قائم کیا اور قادری مسجد کی بنیاد رکھی۔ اور پوری زندگی یہیں دین وملت کی خدمت میں گزار دی۔ ان کی شخصیت اعتدال ووسطیت کی حامل تھی۔ انھوں نے متعدّد ادارے، انجمنیں اور تنظیمیں یادگار چھوڑیں۔ حالات حاضرہ پر گہری نظر رکھتے تھے۔ مختلف اداروں اور تنظیموں نے ان کی تعلیمی اور تحریری خدمات کے اعتراف میں انھیں ایوارڈ پیش کیے۔ ان تمام خوبیوں کے ساتھ ساتھ وہ ایک سنجیدہ، باوقار، شریف النفس، حلیم الطبع، اصاغر نواز اور متواضع اور نام ونمود سے دور رہنے والے بے لوث عالم دین تھے۔

اللہ تعالی ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے پسماندگان، اعزا واقارب اور تلامذہ کو صبر کی توفیق رفیق عطا فرمائے اور ساتھ ساتھ حضرت کی رفع درجات کی دعا کرتے رہنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے اور جماعت اہل سنت کو ان کا نعم البدل مرحمت فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

از: منظور احمد خان عزیزی

خادم التدریس جامعہ عربیہ سلطان پور

R.N.I. No. 29292/76
Regd. No. AZM/N.P.28 2023-25

THE ASHRAFIA MONTHLY

Mubarakpur Azamgarh (U.P.) 276404 (INDIA)

JUNE 2023

(Mob. No.) 9450109981 (Mumbai Office) 022-23726122 (Delhi Office) Tel. 011-23268459, Mob.No. 9911198459

www.aljamiatulashrafia.org Email: info@aljamiatulashrafia.org

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا علمی فیضان ہندوستان گیر ہی نہیں بلکہ اب عالم گیر ہوگیا ہے۔ اشرفیہ نے جس برق رفتاری سے ارتقائی منزلیں طے کی ہیں اشرفیہ کے معاونین اور دیگر اہلِ خیر اس سے بخوبی واقف ہیں۔ اس وقت دو سو پچاس سے زائد افراد پر مشتمل ایک متحرک اور فعال اسٹاف اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہے اور مختلف شعبوں میں تقریباً گیارہ ہزار طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بیرونی طلبہ کی خوراک، رہائش اور اساتذہ و ملازمین کی تنخواہوں پر ایک خطیر رقم سالانہ خرچ کی جاتی ہے۔ لہٰذا یہ ادارہ بجا طور پر اہلِ خیر حضرات کی خصوصی توجہ کا طالب ہے۔ والسلام

عبدالحفیظ عفی عنہ

سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

DONATION

You can make donation by cheque, Draft or by online in the favour of-

(For Education) برائے تعلیمی چندہ	(For Construction) برائے تعمیری چندہ
(1) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Central Bank of India** **A/C 3610796165** IFSC. Code: CBIN 0284532	(1) Aljamiatul Ashrafia **Central Bank of India** **A/c 3610803301** IFSC. Code: CBIN 0284532
(2) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Union Bank of India** **A/C 303001010333366** IFSC. Code: UBIN 0530301 Branch Code: 530301	(2) Aljamiatul Ashrafia **Union Bank of India** **A/c 303002010021744** IFSC. Code: UBIN 0530301 Branch Code: 530301
(3) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Punjab National Bank** **A/c 05752010021920** IFSC. Code : PUNB0057510	(3) Aljamiatul Ashrafia **Punjab National Bank** **A/c 05752010021910** IFSC. Code : PUNB0057510

(1)- Exempted u/s 80G, (5) (VI), of Income Tax Act. 1961, Vide File No. Aa.Ayukt/Gkp/80G, Redg. S.No. 178/2011-12 Dt. 30/8/2011 w.e.f A.Y 2012-13 (F.Y.2011-12)
(2)- Exempted u/s 12A, Vide Letter No. 177/2011-12

BHIM
BHARAT INTERFACE FOR MONEY

**BHIM UPI Payments Accepted at
Darul Uloom Ahle Sunnat
Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom**
Account Number : 3610796165, IFSC Code: CBIN0284532

SCAN & PAY ANY UPI SUPPORTED APPS

Only for Foreign Countries. FCRA Registration. No.236250051 Nature: Educational Social. For Account Detail, please visit http://aljamiatulashrafia.in/donation.php?lang=EN